کر رہے ہین اور اپنے نئے نئے معلومات کو وقتاً فوقتاً قلمبند کرتے جاتے ہین۔ جن سے متعدد علوم مدون ہو چکے اور ہوتے جاتے ہین مگر ابتک کسی نے یہ دعوی نہین کیا کہ اب اونکا انحصار ہو گیا بلکہ جس قدر غور و تامل بڑھتا جاتا ہے نئے نئے عجائب و غرائب پیش نظر ہوتے جاتے ہین جیسا کہ علوم قدیمہ و جدیدہ کی کتابون سے ظاہر ہے اس صورت مین ممکن نہین کہ انسان کے کل حالات احاطۂ بیان مین آسکین مگر بمصداق مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے تھوڑا سا حال لکھا جاتا ہے۔ ہر چند مقصود بالذات اس رسالہ مین بیان احوال انسان ہے مگر بمناسبت مقام اکثر امور ایسے پیش ہو جاتے ہین جس مین بحث کرنا مقصود اصلی کے خلاف ہے لیکن موقع آنے پر اوسنے اغماض کر جانا بھی طبیعت پر شاق ہوتا ہے اس لئے اکثر مباحث اس رسالہ مین ایسے ہونگے جنکو مقصود سے چندان تعلق نہوگا چونکہ مین اپنی طبیعت سے مجبور ہون اس لئے ناظرین سے امید کرتا ہون کہ اس بات مین مجھے معاف فرماوین گے وما توفیقی الا باللہ۔

اللھم ان قلوبنا و نواصینا و جوارحنا بیدك لم تملکنا منھا شیئاً فاذا فعلت ذلك بنا فکن انت ولینا و اھدنا الی سواء السبیل۔

یہہ بات قابل تسلیم ہے کہ انسان دو چیزون کے مجموعہ کا نام ہے ایک جسم دوسرے جان جسکو نفس ناطقہ بھی کہتے ہین اس ترکیب کو تسلیم کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ اگر جان نہو تو آدمی نہ کچھہ کام کر سکتا ہے نہ اوسکو آدمی کہتے ہین بلکہ جان نکلتے ہی اُسے مردہ اور اس کے جسم کو لاشہ کہتے ہین حالانکہ اب بھی وہی جسم موجود اور محسوس ہے جسکو زندگی کی حالت مین دیکھتے تھے نہ کوئی عضو کم ہوا

نہ کسی جسمانی حالت مین تغیر آیا ان آثار کے دیکھنے سے عقل کو غیر محسوس جان کا
یقین ہوتا ہے اور جزماً یہ کہتی ہے کہ جسم جو روح نکلنے کے بعد لاشہ کہا جاتا ہے
اوسکو حرکت دینے والا اور تمام کام اس سے لینے والا اور اس کی بقا کی تدبیرین کرنیوالا
کوئی دوسرا تھا جو اس سے علحدہ ہو گیا جس کا نام جان یا نفس ناطقہ مشہور ہے
پھر جب اس نفس ناطقہ مین عقل غور کرتی ہے جو اس لاشہ پر اوس کی زندگی مین مسلط
تھا تو سمجھتی ہے کہ وہ مردہ اور معدوم نتھا کیونکہ جو خود مردہ ہو وہ دوسرے کو
زندہ نہین رکھ سکتا اس لئے اس پر بھی ایمان لاتی ہے کہ نفس ناطقہ موجود اور حی
ہے اور یہ بھی حکم کرتی ہے کہ وہ جسم اور مادی نہین کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہے
کہ عامل مسمریزم جب معمول کو کسی شہر کی خبرین لانے پر مامور کرتا ہے تو اوس کا
نفس ناطقہ فوراً اس کی تعمیل کرتا ہے اور یہ بھی تصریح کر دیتا ہے کہ مین اوس شہر کو
گیا حالانکہ جاتے وقت کوئی جسم اوس کے اندر سے نکلتا ہوا نہین نظر آتا پھر اوسکے
سیر کی یہ حالت کہ دم بھر مین ہزارون کوس کی خبر لاتا ہے اس کے سوا حکماء سابق
نے بھی نفس کے تجرد کو بدلائل عقلیہ ثابت کیا ہے جنکا ذکر موجب تطویل ہے
اور امام غزالی رح بھی اسی کے قائل ہین چنانچہ ایک دلیل انھون نے یہ قایم کی
ہے کہ اگر نفس ناطقہ جسم ہو تو منقسم ہوگا اور اوس کے ایک جزو مین مثلاً زید کا علم
ہوگا اور دوسرے جزو مین اوسکا جہل جس سے لازم آتا ہے کہ ایک ہی حالت
مین وہ جانتا بھی ہے اور نہین بھی جانتا۔ جیسا کہ حقیقت روح انسانی ترجمہ اجوبۃ المضنون بہا علی غیر اہلہا
مین لکھا ہے۔ اور یہ بھی حکم کرتی ہے کہ نفس عالم بھی ہے اس لئے کہ جسم کو عوارض
اندرونی اور بیرونی سے خطرناک حالتونکا ہر وقت سامنا ہے حرارت اسکو وقتاً فوقتاً

تحلیل کرتی رہتی ہے آب وہوا کے اختلاف سے مزاج مین تغیر ہوتا ہے جس سے اقسام کے امراض لاحق ہوتے ہین ایک طرف اوس کے دشمن منھ کھولے لگے ہین پھر علاوہ زمینی آفتون کے آسمانی آفتون کا ہجوم ہے کہ موسمی گرمی۔ سردی اور طپش آفتاب اور بارش وغیرہ سے سر چھپانا مشکل ہے ان تمام آفتون سے بچانا اور کھانا پانی وقت پر بہم پہنچانا اور بقدر ضرورت راحت و آسایش کے سامان فراہم کرنا اور اندرونی اور بیرونی عوارض کو سمجھکر وقتاً فوقتاً مضر چیزون کو دفع اور مفید چیزون کو خاص خاص مقامون مین بحسب ضرورت پہنچانا اوسی نفس ناطقہ کا کام ہے اگر ان تمام ضروریات اور اون کے تدابیر کا علم اوسکو نہو تو وہ ہرگز مدبر بدن نہین ہوسکتا اور اوس کی مثال اس حاکم کی سی ہوگی جس نے کہا تھا۔ پشم می بایستے کاشت تا تلف نشدے۔

اگر کہا جائے کہ یہہ سب کام اُس سے باقتضاے طبع وجود مین آتے ہین تو یہ صحیح نہین اس لئے کہ مقتضاے طبع مین سمجھ کی ضرورت نہین ہوتی مثلاً آگ ہمیشہ جلائیگی یا روشنی دیگی مگر اس سے یہ نہو سکے گا کہ بقدر ضرورت کام کرے بخلاف اس کے نفس ناطقہ کی ماتحتی مین جب آگ یا پانی وغیرہ کام کرتے ہین تو ان اشیا کو وہ بقدر ضرورت استعمال کرتا ہے دیکھئے جب آگ کی ضرورت ہوتی ہے تو گرم اشیا کو جو آتشی ہین جسم مین پہونچاتا ہے جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے جیسے طبیعت جو حاکم مقامی ہے بذریعہ تشنگی مطلع کرتی ہے تو پانی کا سیلاب بہا کر سیراب کر دیتا ہے علی ہذا القیاس طبیعت جن جن امور کو طلب کرتی ہے اونکو مہیا کر دینا اسکا کام ہے۔ غرضکہ اعضا جو بمنزلہ رعایا مملکت جسم مین ہین ان پر مطلع ہوکر اونکو

فراہم کرکے ہر ایک کی حاجت روائی کرنے کا نام بھی اقتضائے طبع رکھا جائے تو یہہ
کہنا پڑیگا کہ دنیا مین کوئی مدبر نہین سب اپنے اقتضائے طبع ہی سے کام کرتے ہین
اور جتنے کارخانے اور کلین ہین سب کے موجد اور مہتمم اقتضائے طبع سے کام کرتے
ہین اور کوئی اونکی تدابیر سے واقف نہین حالانکہ یہہ امر صریح البطلان ہے الحاصل نفس ناطقہ
کو ہر ایک تدبیر مین یہہ علم ضرور ہے کہ فلان چیز مضر ہے اوس سے جسم کو بچانا اور فلان
چیز مفید ہے اس سے جسم کو مدد دینا چاہئے۔ اس سے ثابت ہے کہ نفس عالم بھی ہے
پھر عقل یہہ بھی حکم کرتی ہے کہ نفس ناطقہ مین صفت ارادہ بھی ہے کیونکہ اگر ہم فرض کرین
کہ اوس مین ارادہ نہین سب کام اوس کے اضطراری ہین تو لازم آئیگا کہ اُسکو تدابیر کا
علم نہین حالانکہ ابھی اُسکا علم ثابت ہوا اور اس کے اختیار پر یہہ دلیل ہے کہ بہت
سے کام وہ ایسے کرتا ہے جن مین جسم کی کوئی مصلحت نہین یہانتک کہ خودکشی بھی
کر لیتا ہے جو سراسر مخالف اصلاح بدن ہے اس سے اسکی مشئیت بھی ثابت
ہوئی کہ جب تک چاہتا ہے جسم کی اصلاح کرتا ہے اور جب چاہتا ہے اوسکو
خراب کر دیتا ہے۔

پھر عقل یہہ بھی یقین کرتی ہے کہ نفس ناطقہ مین قدرت بھی ہے کیونکہ اگر قدرت
نہو تو اوسکی کل تدبیرین بیکار ٹھیرینگی اس لئے کہ جب اوسے کسی تدبیر کے نافذ
کرنیکا اقتدار ہی نہین تو تدابیر سوچنے سے فائدہ ہی کیا۔

اور یہہ بھی یقین کرتی ہے کہ نفس کو سماعت و بصارت وغیرہ حواس بھی ہین ورنہ
ممکن نہین کہ تمام مضرتون سے جسم کو بچائے اور اوس کی منفعتون کی تدبیر کرے
اسیطرح اوس کے صفت کلام کا بھی یقین کرتی ہے جسکے ذریعہ سے اپنا مافی الضمیر

اور ونکو معلوم کرلے اور فوائد حاصل کرے۔

اور یہہ بھی یقین کرتی ہے کہ وہ نہ جسم سے پیدا ہوا نہ اوس سے جسم پیدا ہوا اسی لئے

کہ ابھی معلوم ہوا کہ وہ جسم دار نہین اور جب جسم دار نہین تو نہ اوسکو حیّز ہوگا نہ مکان

نہ وہ جسم مین حال ہوگا نہ اوس کا محل اور نہ وہ بدن کے ساتھہ متصل ہوگا نہ منفصل

اس لئے کہ اتصال وانفصال جسمیت کے عوارض ہین اور نفس جسمیت سے منزہ

ہے جس سے ظاہر ہے کہ جسم اوسکا نہ ہمجنس ہے نہ کفو۔

پھر جب باوجود اسقدر مباینت اور بیگانگی کے جسم کا یہ حال ہے کہ اگر دم بھر وہ

اوس سے علیحدہ ہوجائے تو موت ہے اس سے ثابت ہے کہ دونون مین کوئی

ایسا تعلق ہے کہ کسی دو چیزون مین نہین اور چونکہ نفس بہ نسبت جسم کے اعلیٰ درجہ کا منزہ اور

لطیف ہے اور جسم پرلے درجہ کا کثیف اس لئے وہ تعلق مجہول الکنہہ ہوگا۔

اور یہہ بھی سمجھتی ہے کہ اگر دو نفس ناطقہ جسم مین ہون تو مملکت جسمانی کا کام تباہ ہوجائیگا

اس لئے کہ دونون مین اختیار ارادہ قدرت موثرہ وغیرہ صفات کامل ہونگے اور

مقتضائے اختیار یہی ہے کہ چاہے اصلاح کرے چاہے خراب کرے پھر اصلاح

وتخریب مین ہر ایک کے اغراض ومصالح جدا جدا ہوتے ہین دیکھئے ڈاڑھی وغیرہ

کو بعض لوگ مونڈا ہی ڈالتے ہین اور اسی کو اصلاح سمجھتے ہین بلکہ بعض تو اپنے

ہاتھہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے ہی مین مصلحت سمجھتے ہین۔ پھر اگر ایک نفس اپنے

اختیار سے کسی عضو مین خاص قسم کا تصرف کرنا چاہے اور دوسرا اس کے خلاف

مین ہو اور دونون اپنی قدرتین صرف کرین تو ممکن نہین کہ ایک کی قدرت دوسرے

کی قدرت پر غالب آئے اس لئے کہ مغلوب قدرت پر قدرت موثرہ کا اطلاق ہی فضول

ہے کیونکہ جب اوس نے تاثیر ہی نہ کی تو قدرت موثرہ ہی نہ رہی حالانکہ ہر ایک کی قدرت
کامل فرض کیگئی ہی اور کامل قدرت وہی ہی کہ اپنا پورا تصرف کرے اور اگر دونون قدرتین برابر ہین تو
بمصداق اذا تعارضا تساقطا کو دونون بیکار ہوین حالانکہ بیکار قدرت قدرت ہی نہین پھر اس جنگ وجدال
اور مخالفت باہمی کا لازمی نتیجہ یہہ ہوگا کہ جسم کی تمام کاروبار معطل اور تدبیرین مختل ہوجائینگی
اس صورت مین وہ دونون نفس مدبر بدن نہوے۔ اور اگر دونون اتفاق سے
کام کرین اور ہر ایک کی پوری قدرت سے کام وجود مین آئے تو وہ تحصیل حاصل
ہے اس لئے کہ ہر ایک قدرت کافی فرض کی گئی ہے جب ایک قدرت کافی تھی
تو دوسری قدرت فضول ٹھیری۔ اور اگر ہر ایک کی آدھی آدھی قدرت نے ایک
کام کو وجود مین لایا تو یہہ کہنا پڑیگا کہ ایک نے مثلاً آدھا دیکھا اور دوسری نے آدھا
حالانکہ وہ ممکن نہین اس لئے کہ نفس رویت کی تجزی نہین ہوسکتی ہان قوت وضعف
ممکن ہے مگر ضعف پر جزئیت کا اطلاق نہین ہوسکتا۔ دیکھئے کتنا ہی ضعیف آدمی
ہو اوس کو یہہ نہین کہہ سکتے کہ وہ آدہا یا پاؤ آدمی ہے اسلئے کہ ماہیت انسان کی
اوسپر پوری صادق آتی ہے اسی طرح بصارت اور رویت کتنی ہی ضعیف ہو اوسپر
بصارت اور رویت کی پوری تعریف صادق آئیگی۔ اور اگر دونون اتفاق کرکے
ایک ہی کو ذمہ دار کردین تو دوسرا معطل الوجود اور بے ضرورت ثابت ہوگا۔ اور
اگر نوبت نبوبت کام کرین تو جب بھی یہی ثابت ہوگا کہ ہر کام مین ایک کافی اور
دوسرا فضول ہے اور جب تک دلائل عقلیہ سے دوسرے کی ضرورت ثابت نہو
اوس کے ماننے کی کوئی ضرورت نہین پھر جو مدعی دو کا ہو اوس کو بھی ایک پر
اتفاق ہے کیونکہ دو مین ایک شامل ہی رہا دوسرا سو وہ زیر بحث ہے اور جب ایک

اپنے صفات مین کامل مان لیا گیا تو دوسرے کی ضرورت عقلاً ہرگز ثابت نہین ہوسکتی۔
اب دیکھیے کہ نفس ناطقہ باوجودیکہ غیر محسوس ہے اور کسی آنکھ مین صلاحیت نہین
کہ اسکو دیکھ سکے مگر جسکو عقل ہے وہ قرائن دیکھ کر یقین کر لیتا ہے کہ ہم مین وہ موجود
ہے اور اوس کی کنہہ ذات کو ہم ہرگز ادراک نہین کر سکتے بلکہ صرف یہ سمجھتے ہین کہ وہ
موجود اور تمام عوارض جسمانیہ سے منزہ ہے نہ جسم ہے نہ عرض نہ والد ہے نہ مولود
نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ جسم مین وہ داخل ہے نہ خارج نہ متصل نہ منفصل باوجود
اس کے جسم سے اسکو ایک ایسا تعلق ہے کہ اوسکی حقیقت نہین معلوم ہوسکتی اور
جسم انسانی کی وسیع مملکت اس کے تصرف مین ہے جس مین کوئی اسکا شریک نہین
وہ دیکھتا ہے سنتا ہے اوسکا تصرف اس درجہ نافذ ہے کہ ایک بال بھی بغیر اوسکی
مشئیت اور ارادہ اور قدرت کے نہین ہل سکتا اس ملک کے رہنے والون کو جو جو
حاجتین پیش آتی ہین سب کو وہ جانتا ہے اور بحسب اقتضائے مصلحت جس کی
حاجت کو پوری کرنا چاہتا ہے اپنے اختیار سے پوری کرتا ہے۔
اب غور کیجیے کہ ایک چھوٹے سے جسم انسانی مین فکر کرنے سے عقل کو بغیر دیکھے
ایک ایسے مدبر کا یقین کرنے کی ضرورت ہوی جس مین صفات مذکورۂ بالا ہون اور
بغیر اوس کے کام نہین چل سکتا تو ممکن ہے کہ اتنے بڑے عالم کا کام بغیر ایسے
مدبر کے جس مین اعلیٰ درجہ کے صفات کاملہ ہون چل سکے اگر انصاف سے دیکھا
جائے تو جسکو تھوڑی بھی عقل ہو اوس کو خالق اور مدبر عالم کے وجود مین کلام
کرنے کی گنجایش نہوگی بشرطیکہ عقل سے کام لے اور جو شخص پیٹ وغیرہ ہی کے
دھندون مین عقل کو صرف کر دے اور مبدا اور معاد کی طرف توجہ کرنے کی نوبت

ہی نہ آئے تو ممکن نہین کہ عقل اوسکی رہبری کر سکے۔

اگر یہان کہا جائے کہ تم نے نفس کے ایسے صفات بیان کئے کہ اوسکو خدائے تعالیٰ کے مثل بنادیا تو اس کا جواب یہہ ہے کہ معاذ اللہ کجا ذات الٰہی اور کجا نفس چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہ قیوم ہے یعنے اپنی ذات سے قایم اور کل عالم اوسکی ذات سے موجود اور قایم ہے۔ اگر کوئی صفت الٰہی عارضی طور پر کسی چیز مین پائی جائے تو وہ مثل نہین ہو سکتی دیکھئے خدائے تعالیٰ بھی موجود ہے اور عالم بھی موجود ہے مگر اسکے وجود کو وجود باری سے کیا نسبت اسی طرح اگر نفس کو منزہ کہا تو وہ تنزیہہ صرف عوارض جسمانیہ سے ہوگی اور حق تعالیٰ تمامی نقائص سے منزہ ہے علیٰ ہذا القیاس جتنے صفات کمالیہ الٰہیہ ہین سب ازلی اور ذاتی ہین اور نفس کے صفات حادث اور عطائی باب الفتوح لمعرفۃ احوال الروح مین صدر الدین شیرازی کا قول نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے نفس انسانیہ کو اپنی ذات و صفات اور افعال کی معرفت کے لئے اپنی مثال پیدا فرمایا مثال ممتنع نہین البتہ اوسکا مثل ممتنع ہے۔

اصل یہہ ہے کہ عالم کے ایجاد سے معرفت الٰہی مقصود ہے جیسا کہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہے جو اولیاء اللہ کی کتابون مین مشہور و معروف ہے۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق اس لئے ضرور تہا کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اوس مین ایسے صفات ہون کہ اونکے علم سے صفات الٰہیہ کا علم حاصل ہو کیونکہ ذات الٰہی کا ادراک تو ممکن ہی نہین پھر اگر یہہ صفات بھی معلوم نہون تو معرفت الٰہی کا وجود ہی نہوگا اس لئے کہ آدمی جو بات اپنے مین نہین پاتا اوسکا ادراک نہین کر سکتا دیکھئے مادر زاد اندہا جانتا ہی نہین کہ بصارت کیا چیز ہے اور دیکہنا کسے کہتے ہین اب اگر اوس سے کہا جائے کہ حق تعالیٰ بصیر ہے تو وہ کیا سمجھے گا اس باب مین اوسکا ادراک یہی ہوگا کہ نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ کہین بیٹھے ہوئے ٹٹول ٹٹول کر علم حاصل

کیا کرتا ہے اسیطرح مادر زاد بھر اسمیع کے معنی معلوم نہین کیا سمجھتا ہوگا۔
غرضکہ مقتضائے حکمت یہی تہا کہ نفس مین ایسے صفات ودیعت رکہے جائین کہ صفات کمالیہ الہیہ کے نمونے ہون مثلاً وجود۔ تجرد۔ سمع۔ بصر۔ مشیت۔ ارادہ۔ قدرت کلام۔ اور با وجود داخل و خارج نہونے کے تعلق خاص جو مجہول الکیف ہو۔ وغیرہ امور۔ دیکہئے ان تمام مضامین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس وضاحت سے ایک مختصر سے جملہ مین بیان فرمایا۔ (من عرف نفسہ فقد عرف ربہ) یعنے جس نے اپنے نفس کو پہچانا اوس نے اپنے رب کو پہچانا جس سے صاف ظاہر ہے کہ معرفت کنہ ذات الہی ممکن نہین جیسے معرفت ذات نفس ناطقہ ممکن نہین اور اس کے صفات کی معرفت ضروری ہے جس سے صفات الہیہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو مقصود ایجاد عالم ہے۔ الحاصل جو صفات نفس کے ہم نے بیان کئے جس سے اعتراض پیدا ہوا انتفا اونکے بیان کی ضرورت نہتی بلکہ جن حضرات کو معرفت الہی کامل ہوتی ہے اون کے پیش نظر نفس کے اور بہی صفات رہتے ہین جنکا بیان باعث مزلت اقدام عوام ہے جن حضرات کو نفس ناطقہ یعنے روح انسانی اور اسکے صفات کا پورا پورا علم ہے انکو اس صحیح حدیث شریف پر ایمان لانے مین ذرا بھی تامل نہین ہوتا۔ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور انکو تاویلات کی کوئی ضرورت نہین جیسے بعضے علمانے لکہا ہے کہ صورت کی ضمیر آدم کے طرف ہے یعنی حق تعالی نے آدم علیہ السلام کو انہی کی صورت پر پیدا کیا وہ جانتے ہین کہ آدمی کی خصوصیات نہ ملایک مین ہین نہ اور مخلوقات مین۔ عالم مین یہی ایک نسخہ جامعہ اس انداز پر پیدا کیا گیا ہے کہ اوسکا کوئی مثل اور نظیر نہین اسی وجہ سے بعض محققین نے لکہا ہے کہ آیہ شریفہ لیس کمثلہ شئی سے جسطرح تنزیہ ثابت ہوتی ہے اس سے تشبیہ بھی اشارۃً معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ اگر کاف زائد لیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ خدائے تعالی کا کوئی مثل نہین جو ذات و صفات مین اس کے

جیسا قدیم اور مستقل بالذات ہو اور اگر کاف کے معنی لیئے جائین تو اس آیہ شریفہ کے یہہ معنی ہوئے کہ اسکے مثل یعنے انسان کے جیسا کوئی نہین جسکو اپنے صورت پر پیدا کیا باب الفتوح مین واسطی رحمہ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہین ارواح کو حق تعالی نے بنا جمال و بہا پیدا کیا اگر اونکو اجساد سے نہ ڈہانپتا تو کافراون کو سجدہ کرتے۔

بات یہہ ہے کہ عطائے الہی مین چون و چرا کی گنجائش نہین کسی کو کثیف پیدا کیا کسیکو لطیف کسیکو ایک صفت دی جیسے وجود۔ اور کسیکو بعض خاص خاص صفتین جیسے سمع۔ بصر۔ قدرت ارادہ وغیرہ جو حیوانات مین ہین پھر اگر انسان کو انسے بھی زیادہ صفات مختصہ عنایت فرمائے تو کس کی مجال ہے کہ خالق پر اعتراض کر سکے۔ دیکھیئے ملایک نے اتنا ہی کہا تہا کہ انسان مین خلافت کی صلاحیت نہین اور چونکہ ہم ہمیشہ تسبیح و تقدیس کرتے ہین اسلیئے اس خدمت جلیلہ کے مستحق ہم ہین۔ تو اون پر کیسا عتاب ہوا یہانتک تو نوبت پہونچی کہ ابو البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے اونکو سر جہکانا اور سجدہ کرنا پڑا اور وہ سب پچہلے خیالات اونکے جاتے رہے اور نہایت خوشی سے تسلیم کرلیا کہ بیشک انکا مثل کوئی نہین۔ دیکھیئے اگر مثلیت کا دعوی کسی کو ہوتا تو ملائکہ اسکے مستحق تھے مگر جب انہون نے آدم علیہ السلام کے روبرو سر جہکا دیا تو اب کون مثلیت کا دعوا کر سکے؟

باب الفتوح مین لکھا ہے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے خلق اللہ آدم علی صورتہ کے معنے پوچھا فرمایا صورت اسم مشترک ہے کبھی اسکا اطلاق ترتب اشکال اور اوضاع اور اون کے تراکیب کے اختلاف پر ہوتا ہے اور اوسکو صورت محسوسہ کہتے ہین اور کبھی ترتب معانی غیر محسوسہ پر ہوتا ہے جس مین ترتیب اور ترکیب اور تناسب بھی داخل ہے اسکو بھی صورت کہتے ہین جیسے صورت مسئلہ اور صورت واقعہ وغیرہ کہا جاتا ہے اس حدیث شریف مین صورت

سے مراد صورت معنویہ ہے اور اس سے اشارہ اس امر کی طرف ہے کہ انسان کو ذات وصفات
وافعال ہین خالق کے ساتھہ مشابہت ہے اس لئیے کہ روح انسانی قائم بذاتہ ہے نہ وہ عرض
ہے نہ جسم نہ متحیز ہے نہ کسی مکان وجہت ہین اور وہ بدن اور عالم کے ساتھہ متصل ہے نہ
منفصل یہی صفات ذات باری تعالیٰ کے بہی ہین اور روح کے صفتین یہہ بہی ہین کہ وہ
زندہ عالم قادر مرید سمیع وبصیر اور متکلم ہے اور اسد تعالیٰ بہی ایسا ہی ہے اور اس کے افعال
کی یہہ کیفیت ہے کہ ابتدائی فعل ارادہ ہے جس کا اثر دل ہین ظاہر ہوتا ہے پہر بواسطہ
روح حیوانی کے جو بخار لطیف تجویف قلب ہین ہے اس کا اثر دماغ کی طرف چڑہتا ہے پہر
اعصاب پر پڑتا ہے پہر اوتار اور رباطات ہین جو عضلات سے متعلق ہین سرایت کرتا ہے
جس سے اوتار کہنچکر متحرک ہوتے ہین اور انگلیان حرکت ہین آتی ہین اور اس سے مثلاً
قلم کو حرکت ہوتی ہے اور اس سے روشنائی کو اسکے بعد کاغذ پر وہ صورت پیدا ہوتی ہے
جسکو لکہنے کا ارادہ کیا اور جسکا تصور خیال ہین آیا تہا کیونکہ جب تک خیال ہین صورت نہ آے اسکی
مطابق کاغذ پر وجود ہین نہین آسکتی اگر آدمی افعال الہی ہین غور کرے کہ نباتات حیوانات
وغیرہ کو کسطرح زمین پر حادث کرتا ہے تو اسکی بہی یہی کیفیت پیش نظر ہوگی کہ پہلے فرشتے آسمانون
اور کواکب کو حرکت دیتے ہین پہر ان حرکتون کا اثر عالم سفلی ہین ہوتا ہے اس سے ظاہر ہے
کہ روح کے تصرف جو عالم اصغر یعنے بدن ہین ہوتے ہین وہ مشابہ ہین حق تعالیٰ کے ان
تصرفات کے جو عالم اکبر ہین ہوتے ہین اور اوس سے یہہ بہی معلوم ہوسکتا ہے کہ قلب بمنزلہ
عرش کے ہے اور دماغ بمنزلہ کرسی کے اور حواس بمنزلہ ملائکہ ہین جو بالطبع اطاعت کرتے
ہین یعنے مخالفت کا انہین مادہ ہی نہین اور اعصاب مثل آسمانون کے اور ہاتہہ ہین جو قوت
ہے مثل طبیعت کے ہے جو مسخر اور اجساد ہین مرکوز ہے اور روشنائی بمنزلہ عناصر کے ہے

جوہر کثیفات کے امہات اور جمع و ترکیب و تفرقہ کو قبول کرتے ہین اور مرآۃ تخیل بمنزلہ لوح محفوظ
ہے جو شخص اس موازنہ پر اچھی طرح سے واقف ہوا سکو ان اللہ خلق آدم علی صورتہ اور من
عرف نفسہ فقد عرف ربہ کے معنے معلوم ہو سکتے ہین اگر یہہ مشابہت نہوتی تو انسان اپنے
نفس کی معرفت سے حق تعالی کی معرفت کی طرف ہرگز ترقی نہ کر سکتا اور اگر حق تعالی انسان
کو عالم کا ایک مختصر نسخہ جامعہ نہ بناتا اور روح کا تصرف اُس مین نہوتا تو یہہ نہ معلوم ہو سکتا کہ
عالم کا ایک رب ہے جو اوسمین متصرف اور علم و قدرت وغیرہ صفات کے ساتھہ متصف ہے انتہی
یہان یہہ بات بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ جس طرح ہم نے عقل سے معلوم کیا ہے
کہ ہم مین ایک نفس ناطقہ ہے جو مادہ سے مجرد ہے اسیطرح عقل ہی سے ثابت ہوتا ہے
کہ وہ مثل اور اشیا کے حادث بھی ہے یعنے عدم سے وجود مین آیا اور جب عدم مین تھا
اوس مین یہہ قدرت نہ تھی کہ اپنے آپ کو پیدا کر سکے اسلئے اوسکا کوئی پیدا کرنے والا ضرور
ہے جو جنس عالم سے نہین اس لئے کہ ہم عالم مین دیکھتے ہین کہ باوجودیکہ ہزارہا صنعتین ایجاد
ہوتی جاتی ہین اور نئی نئی چیزین بنائی جاتی ہین مگر کسی نے ابتک نہ جان بنائی نہ جاندار چیز
رہا مادہ سو اوس سے اگر کوئی چیز بنتی بھی ہے تو وہ مادی اور جسم ہوتی ہے اور نفس ناطقہ چونکہ
نہ جسم ہے نہ مادی اسلئے اوس کے تکون اور وجود مین مادہ کو کوئی دخل نہین اس سے ظاہر
ہے کہ خالق ہمارا اس عالم کی جنس سے نہین ہے بلکہ اوس سے منزہ ہے۔
پھر عقل یہہ بھی رہبری کرتی ہے کہ جو چیز کوئی بناتا ہے اوس سے کچہ نہ کچہ دوسرا مقصود ہوتا ہے
صرف اوسکا بنا دینا مقصود نہین ہوتا دیکھئے گھر بناتے ہین تو اوس مین رہنا مقصود ہوتا ہے
اسیطرح اگر کوئی غلام خرید تا ہے اور اوسکو اپنا بندہ بناتا ہے تو اوس سے یہہ مقصود نہین ہوتا
کہ وہ اپنی آپ خدمت کرلے اور دن رات اپنے ہی دہندون مین لگا رہے بلکہ اوس سے اپنی

خدمت لینا مقصود ہوتا ہے اسیوجہ سے اگر کوئی بندہ اپنے ذاتی کامون ہین لگکر اپنے
مالک کی خدمت نہ کرے تو عقل کی روسے وہ مستحق سزا سمجھا جاتا ہے۔ جب مالک مجازی
کی خدمت عقلاً ضروری ٹھہری تو ہر شخص کی عقل یہہ ضرور گواہی دیگی کہ مالک حقیقی جسنے
ہمین پیدا کیا اور جسکے ہم حقیقی بندے ہین اوسکی بندگی ہم پر فرض ہے اور ہمارا مالک حقیقی
جل جلالہ بھی یہی فرماتا ہے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنے جن وانس کو ہم نے
صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔ جب بمقتضائے عقل وارشاد باری ثابت ہوگیا کہ
بندون پر بندگی اور عبادت الہی فرض ہے تو عقل ہی کی روسے یہہ بھی ماننا پڑیگا کہ جو کوئی
عبادت اور طاعت الہی مین قصور کریگا وہ مستحق سزا ہوگا اور یہہ خیال نہ کیا جائیگا کہ وہ اشرف
المخلوقات تھا اسلئے کہ شرافت تو جب ہوتی کہ اپنے مالک کو جانتا اور اوسکی صنعتون کو دیکھکر
اوسکی قدر کرتا اور اوسکے حقوق اور طاعت بجالاتا۔ ہم دیکھتے ہین کہ بعض جانور جیسے کتے
گھوڑے وغیرہ اپنے مالک کو پہچانتے ہین اور اوسکی اطاعت کرتے ہین تو انسان باوجود
کمال عقل کے اس باب مین اون سے بھی پیچھے رہے تو اوسکو انسان کہنے ہی مین تامل
ہے اسیوجہ سے حق تعالی فرماتا ہے۔ لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا
ولہم اذان لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل یعنے کفار کو دل ہین مگر اون سے
سمجھہ کا کام نہین لیتے اور اونکو آنکھین ہین مگر خدائے تعالی کی صنعتون کو نہین دیکھتے
اور اونکو کان ہین مگر خدا کی باتون کو نہین سنتے ایسے لوگ مثل جانورون کے ہین بلکہ
اون سے بھی بدتر۔

الحاصل جو لوگ صرف اپنی ذاتی کامون مین لگے رہتے ہین اور خدائے تعالی کی نہ معرفت
سے اونہین کام ہے نہ طاعت سے غرض ایسے لوگ دنیوی امور مین کیسے ہی ہوشیار

کیونکہ وہ اون انسانون کے زمرے مین شریک ہو نہین سکتے جن کو تمام مخلوقات پر شرف حاصل ہے ایسے لوگون کو بجب مسئلہ ارتقا جو آج کل مشہور ہو رہا ہے معنوی طور پر بندر کی نسل کہین تو بلحاظ حکمت جدیدہ بے موقعہ نہوگا اور اون کا غور و تدبیر اشیاء مین اپنے منافع کی غرض سے کسی حد تک پہونچ جائے حیوانی نظر سے ہوگا اسلئے کہ جانور بھی بقدر ضرورت غور کر کے اشیاء سے اپنے منافع حاصل کرتے ہین الغرض جو کوئی اشرف المخلوقات مین شامل ہونا چاہئے اوس کو اپنے خالق کے مصنوعات مین غور و فکر کی ضرورت ہے جس سے معرفت الٰہی ترقی پذیر ہو اور اوسکی وجہ سے طاعت الٰہی کی مشقتین نفس گوارا کر لے۔ تقریر سابق سے معلوم ہوا کہ رہبری عقل سے ہم نے نفس ناطقہ یعنے روح انسانی کا اور اوسکے صفات کا پتہ لگا لیا کیونکہ اوسکے آثار ظاہر ہین اب ہم یہہ معلوم کرنا چاہتے ہین کہ وہ حادث ہے یا قدیم۔ چونکہ کوئی فرد بشر اوسکو بنتے ہوے دیکھا نہین اور نہ اوسکی قدامت محسوس ہو سکتی ہے اسلئے عقل کی راہ سے اسکا معلوم کرنا ممکن نہین گو حکما نے اوس مین بھی رائین لگائین مگر قابل اطمینان کوئی بات ثابت نہ ہوئی اسی وجہ سے اونمین اختلاف پڑا ہوا ہے کوئی کہتا ہے اوسکا وجود ہی نہین کوئی کہتا ہے وہ جسم کے بعد حادث ہوا کوئی کہتا ہے قدیم ہے پھر عقل ہی کی رہبری سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ واقعی علم اسکا بغیر اسکے کہ اوسکا خالق بیان کرے ہو نہین سکتا اسلئے جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے ہم یہان لکھتے ہین حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد خلقناکم ثم صورناکم ثم قلنا للملٰئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس یعنے ہم نے پہلے تمہارا اندازہ کیا کہ کس صورت پر بنائین پھر ایک زمانہ کے بعد تمہاری صورت بنائی پھر ایک زمانہ کے بعد ملائکہ کو ہم نے حکم کیا کہ آدم کو سجدہ کرو سو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے نکیا انتھے۔

اس آیہ شریفہ مین حق تعالیٰ نے انسان کی تین حالتین بیان کین ایک تخلیق جسکے معنی لغت

مین اندازہ کرنے کے ہین جیساکہ منتہی الارب مین لکھا ہے خلق التطع و الادیم

اندازہ کرد ودوخت آنرا یا اندازہ کرد پیش از بریدن دوسری حالت اوسکی تصویر یعنی صورت

بنانی اُسکے بعد آدم علیہ السلام کو مسجود بنانا یہہ بات ادنیٰ طالب علم جانتا ہے کہ ثم ترتیب

او تراخی کیلئے ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہہ تینون کام اُسی ترتیب سے ظہور مین آئے

جو آیت شریفہ مین مصرح ہے اور ہر ایک کام سے دوسرے کام تک ایک مدت دراز کا

فاصلہ ہوتا گیا اب اگر صورنا کم سے ہماری جسمانی شکل مراد لیجائے تو خلاف واقعہ ہوگا کیونکہ ہماری

صورت جسمانی تو آدم علیہ السلام کی مسجودیت سے ایک زمانہ دراز کے بعد ظہور مین آئی اسلئے

لئے یہہ کہنا پڑیگا کہ ہماری صورت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے بن چکی تھی اور

ہم دراصل آدم علیہ السلام کے پیشتر پیدا ہو چکے تھے کیونکہ حق تعالیٰ ہم سب کو مخاطب کرکے

فرماتا ہے ثم صورناکم ثم قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم اسکی وجہہ یہی ہے کہ ہم مین قابل خطاب

روح ہے کیونکہ جسم بلا روح کو کسی قسم کا ادراک نہین اس لئے صورناکم فرماکر معلوم کردیا

کہ صورت روحانی ہماری آدم علیہ السلام سے پیشتر بن چکی اور ہمارا تعلق جو آدم علیہ السلام

کی جزئیت کا ہے وہ جسمانی ہے کیونکہ اولاد کو باپ سے جو علاقہ جزئیت ہے وہ اجزاے

منویہ کے لحاظ سے ہے جو باپ سے جدا ہو کر ماں کے رحم مین نشو و نما پاتے ہین اور اولاد

کا جسم بنتے ہین یہہ کسیطرح ثابت نہین ہو سکے گا کہ باپ کی روح سے اولاد کی روحین بنتی

ہین غرض کہ اس سے ثابت ہے کہ ہماری روحین مستقل طور پر آدم علیہ السلام سے پیشتر

پیدا ہو چکی تھین چنانچہ حدیث شریف مین اسکی مدت بھی مصرح ہے۔ کتاب الروح مین

ابن قیم رحمہ نے یہہ حدیث نقل کی ہے۔ عن عمرو بن عبسۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان اللہ خلق ارواح العباد قبل العباد بالفی عام فما تعارف منہا

اِئتلف وما تناکر منہا اختلف یعنے حق تعالی نے اجساد سے دو ہزار سال پیشتر اُنکی روحین پیدا کین جن
سے اُنکو وہان شناخت تہی یہان الفت ہوی اور جو نا آشنا تہے اُن مین اختلاف ہوا اس حدیث
سے تصدیق ہو گئی کہ تم صورناکم سے مراد روحانی صورمین ہین اور یہہ بہی معلوم ہو گیا کہ روحونکو
اس جسم سے کوئی ذاتی تعلق نہین اور ہزارہا سال کے بعد جو تعلق دیا گیا وہ عارضی ہے اور یہہ
بہی معلوم ہوا کہ ہماری اصلی صورت وہی ہے جو روحانی ہے اُسکے بعد یہہ جسمانی صورت اس
عالم مین وجود مین آئی مقاصد حسنہ مین امام سخاوی رح نے اس حدیث کو صحیح مسلم اور امام بخاری کی
الادب المفرد سے نقل کیا ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الارواح جنود مجندۃ فما تعارف
منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف یعنے ارواح لشکر کے لشکر ہین جنکی وہان آپس مین شناسائی
تہی یہان باہم اُن مین الفت ہوی اور جو نا آشنا تہے اُن مین اختلاف ہوا انتہے اس سے یہی
ثابت ہے کہ ہر روح وہان متشخص اور ممتاز ہے اور اُن سب کا مجمع کسی دوسرے عالم مین
ہے اور وہ وقتاً فوقتاً حسب مشیت ایزدی عالم جسمانی سے متعلق ہوتی رہتی ہین اور
قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہیگا پہر جب کل اس عالم سے متعلق ہو جائینگی اسوقت
قیامت قایم ہو جائیگی اور ایک دوسرے عالم کی بنیاد پڑجائیگی چونکہ اس عالم جسمانی کے
ساتہہ اُنکا تعلق آدم علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا اور اُنکی اولاد کے ساتہہ انکا تعلق
ہونے والا تہا اسلیے آدم علیہ السلام جب زمین پر اوتارے گیے اسوقت حق تعالے
نے اُن سب کو ایک خاص قسم کا جسمانی تعلق دیکر وقت واحد مین اس عالم مین موجود فرمایا
جیسا کہ اس آیہ شریفہ مین ارشاد ہے قولہ تعالی واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذریتہم
واشہدہم علی انفسہم الست بربکم قالوا بلی شہدنا ان تقولوا یوم القیمۃ انا کنا عن ہذا غافلین
او تقولوا انما اشرک آباؤنا من قبل وکنا ذریۃ من بعدہم افتہلکنا بما فعل المبطلون یعنے یاد دلاؤ

جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنے اونکی پٹھون سے انکے نسلون کو باہر نکالا اور انکے مقابلہ مین انہین کو گواہ بنایا اور پوچھا کہ کیا مین تمہارا پروردگار نہین ہون سب بولے کیون نہین سب اسبات کے گواہ ہین اور یہہ اس غرض سے کیا کہ کہین ایسا نہو کہ قیامت کے دن کہنے لگو کہ ہم اس بات سے بیخبر تھے یا یہہ کہنے لگو کہ شرک ابتدا مین تو ہمارے بڑون نے کیا اور ہم انکی اولاد تھے یعنے بڑون کی طریقہ پر چلے گیا تو ہم لوگون کو انکی غلطی پر ہلاک کئے دیتا ہے جنہون نے پہلے غلطی کی انتھے۔

اس آیہ شریفہ کی تفسیر خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اوتارے گئے حق تعالیٰ نے اونکی پیٹھ سے اونکی ذریت کو مثل ذرات کے نکالا اور اون سب سے فرمایا کیا مین تمہارا رب نہین ہون سب بولے ہان تو ہمارا رب ہے تفسیر روح المعانی مین لکھا ہے کہ کل محدثین وصوفیہ کا اتفاق ہے کہ روز میثاق کل ارواح سے اقرار لیا گیا جسطرح احادیث مین وارد ہے مگر معتزلہ چونکہ ہربات مین فلسفی طریقہ اختیار کرتے ہین وہ اس میثاق کے قائل نہین اور اس آیت مین تاویل کرتے ہین اور جو حدیثین اس باب مین وارد ہین اونکو سرے سے مانتے ہی نہین۔

یہان بڑا اعتراض یہہ کیا جاتا ہے کہ تمام ذریت کو آدم علیہ السلام کی پیٹھ سے نکالنا قرین قیاس نہین۔

فی الواقع طاقت بشری سے یہہ کام ممکن نہین مگر چونکہ خدائتعالیٰ کو ہم قادر سمجھتے ہین اس لئے اوسکی تصدیق ہم پر مشکل نہین ہوتی۔ طالبین حق کیلئے ہم طبعیات کا ایک مسئلہ پیش کرتے ہین اگر اوس مین غور کیا جائے تو تعجب نہین کہ طبع سلیم پر اوسکی تصدیق آسان ہوجائے دیکھئے حیوانات ونباتات پر جب ہم نظر ڈالتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ توالد وتناسل مین ہر نوع کی

صورت نوعیہ محفوظ رہتی ہے باغ مین جب ہم جہاڑ لگاتے ہین اور یہہ منظور ہوتا ہے کہ ہر قسم
کے جہاڑون کے تختے جدا جدا ہون تو ایک ایک قسم کے تخم جدا جدا زمین مین بو کر پانی دئے
جاتے ہین چندروز مین مرضی کے موافق ہر تختہ جدا جدا قایم ہوجاتا ہے یہان دیکہنا یہہ ہے
کہ اُن اصناف کو جدا کرنے والی کون چیز ہے آیا مادّہ خارجی یعنے مٹی کا اجزا ہین جو پانی
کے ساتہہ جڑ بکہ جہاڑ کی غذا بنتے ہین یا تخم کے اجزا کیونکہ ان دونون کے سوا کوئی تیسری
چیز وہان نہین ہم یقین کرتے ہین کہ مادہ خارجیہ کو کسی جہاڑ کی صورت نوعیہ سے کچہہ سروکار
نہین اسلئے کہ اگر انگور کی بیل کی جگہہ نیم کا جہاڑ بویا جائے تو کڑوا ہی ہوگا حالانکہ اوسکی جگہہ انگور
نہایت شیرین ہوتے تہے اور اگر یہہ بہی تسلیم کرلیا جائے کہ انگور کی بیل زمین کے شیرین
اجزا کو کہینچتی ہے اور نیم اوسکے کڑوے اجزا کو تو بہی اوس سے یہہ ثابت نہین ہوسکتا کہ مادہ
خارجیہ سے صورت نوعیہ بنی اسلئے کہ صورت نوعیہ فقط کیفیت ذائقہ کا نام نہین اوس مین
شکل و شمائل اور خاصیت وغیرہ اشیا بہی داخل ہین ۔غرض کہ اُس زمین کے اجزا نے
دونونکی صورت نوعیہ کو برابر قبول کیا اس صورت مین بہی کہنا پڑیگا کہ جو مادہ کہ تخم مین ہے
اوسی سے صورت نوعیہ کی حفاظت متعلق ہے۔

اب یہہ دیکہنا چاہئے کہ جو اجزا کہ تخم مین ہین مادہ خارجیہ کے آنے سے متلاشی ہوکر کیا
بالکل فنا ہوجاتے ہین؟ اور اونکی جگہہ خارجی مادہ کے اجزا قایم ہوتے ہین یا اون اجزا مین
اجزاء خارجیہ شریک ہوکر اونکو بڑہاتے رہتے ہین اگر ہم اجزاء داخلیہ کے فنا ہونے کے
قائل ہوجائین تو یہہ لازم آئیگا کہ اجزاء خارجیہ ہی صورت نوعیہ کو باقی رکہتے ہین حالانکہ ابہی
معلوم ہوا کہ انکو صورت نوعیہ سے کوئی تعلق نہین اس سے ثابت ہے کہ اجزاء داخلیہ فنا
نہین ہوتے بلکہ مادہ خارجیہ اونکو اقطار ثلاثہ مین بڑہاتا جاتا ہے اور وہی بڑہکے جڑ پیڑ ڈالی

پتے۔ پہل پہول۔ اور تخم وغیرہ بنتے جاتے ہین۔
اب ہم دیکھتے ہین کہ جہاڑ مین یہہ سب چیزین مختلفۃ الحقایق ہین کیونکہ نہ پتے اور لکڑی کی حقیقت ایک ہوسکتی نہ پہول اور پہل وغیرہ کی اور چونکہ یہہ سب اجزاء داخلیہ کی صلاحیتون اور استعداد کے آثار ہین اس سے ہمین یقین ہوتا ہے کہ اُس تخم مین جو اجزا ہین باہم ممتاز ہین بعض وہ ہین جو بڑہکر لکڑی بنتے ہین اور بعضے پتے وغیرہ پہر وہ اجزا جو لکڑی بننے والے ہین جب بڑہکر ایک حد معین تک پہونچ جاتے ہین تو وہ اجزا جو پتے بننے والے ہین بڑہنا شروع کرتے ہین علی ہذا القیاس پہول وپہل وغیرہ بننے والے اجزا کا بہی یہی حال ہے یہانتک کہ جن اجزا مین تخم بننے کی صلاحیت واستعداد ہے وہ بڑہکر تخم بنجاتے ہین ہرچند چہوٹے سے تخم مین بظاہر اتنے اجزائے مختلفۃ الحقائق کا موجود ہونا قرین قیاس نہین اسلئے کہ مثلاً برگد کے تخم مین جو نہایت چہوٹا ہوتا ہے اتنے اجزا جنکو غیر متناہی کہنا چاہئے کیونکر موجود ہوسکتے ہین مگر ہماری عقل گواہی دیتی ہے کہ جب آثار مختلف ہون توانکا تعلق مختلف چیزون سے ہوگا مثلاً کہین دہوپ اور بخارات اٹھتے ہوے نظر آئین اور وہان عفونت یا خوشبو بہی ہو تو عقل یہی گواہی دیگی کہ دہوپ آفتاب کی وجہہ سے ہے اور بخارات پانی کی وجہہ سے اور بو کسی بدبو دار یا خوشبو دار چیز سے ہے یہہ ہرگز نہین کہہ سکتے کہ دہوپ بخارات اور بو فقط آفتاب یا پانی کی وجہہ سے ہے اسیطرح جب ہم دیکہتے ہین کہ لکڑی پتے پہل پہول وغیرہ مختلفۃ الحقایق آثار وقتاً فوقتاً جہاڑ مین نمودار ہوتے ہین تو یہہ ہرگز نہین کہہ سکتے کہ وہ کل آثار ایک قسم کے چیز کے ہین یہہ عقلی قاعدہ اس بات پر مجبور کررہا ہے کہ ان مختلف صورتون کے مادے بہی مختلف ہین تارہ منڈل وغیرہ آتش بازیون مین جو مختلف رنگون کے پہول دکہائی دیتے ہین یہہ سمجہا جاتا ہے کہ بارود مین مختلف اجزاء

موجود ہین جوان زنگارنگ صورتون کے مادی ہین گو بظاہر وہ ممتاز نہین اسی طرح تخم کے اجزا
گو بظاہر ممتاز نہون مگر ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ واقع مین وہ مختلف اجزا اوس مین ضرور موجود
ہین جو مختلف صورتون مین نمودار ہوتے ہین۔ ہرچند عقل نے سرسری نظر سے یہہ تو مان لیا
کہ مختلف لوازم و آثار کی ملزومات مختلف ہوتے ہین اسلئے گویا غیر متناہی اجزا اوس چھوٹے
سے بیج مین موجود ہونگے مگر ابتک یہہ اوسکا الجھن دور نہین ہوتا کہ بڑکا جھاڑ مثلاً کسقدر
بڑا ہوتا ہے کہ اسکے پتون اور تخم وغیرہ شمار کئے جائین تو ہزارونکی نوبت آجائے پھر عمر بھی
اوسکی سیکڑون سال کی ہوتی ہے اور ہر سال پتے وغیرہ نئے نئے اوس مین اوگتے رہتے
ہین اگر یہہ خیال کیا جائے کہ ہر پتے اور تخم وغیرہ کی صورتون کو قبول کرنے والے اجزا اسمین
موجود ہین تو یہہ سمجھہ مین نہین آتا کہ اوسکے تخم مین جو رائی کے برابر ہوتا ہے اتنے غیر متناہی
اجزا اوسی ایک چھوٹے سے دانہ مین کیونکر سما سکتے ہین غرض کہ عقل یہان سخت پریشان ہے
مگر ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس پریشانی کی وجہ صرف یہی ہے کہ اوس نے
خدائتعالے کے کارخانہ قدرت کو مخلوقات کی قدرت پر قیاس کرلیا ہے اگر یہہ خیال کرے
کہ خدا کی قدرت ایسی ہی چاہئے جو اوس کے شان کے لائق ہے تو یہہ پریشانی خود بخود
دفع ہو جائے۔

دیکھئے حکمت جدیدہ نے کلان بینون کے مشاہدات سے ثابت کردیا ہے جسکا حال اسی
رسالہ مین معلوم ہوگا کہ کلان بینون اور مکروسٹر سے دریافت ہوا ہے کہ پانی کے ایک
چھوٹے سے قطرہ مین اتنے حیوانات ہوتے ہین کہ تمام روئے زمین پر اوتنے آدمی نہین اون
مین توالد و تناسل برابر جاری ہے اور نادر یہہ ہے کہ باوجود اس کثرت کے نہ انکا اثر دہام
معلوم ہوتا ہے اور نہ ایک دوسرے سے ٹکر کھاتے ہین یہہ وہ حیوان ہین جو موجودہ کلان بینون

سے نظر آتے ہین اگر ان کلا ہبنون سے زیادہ قوت والی کلان ہین ہو تو معلوم نہین اور کتنے محسوس ہونگے۔

دیکھئے پانی شفاف ہے اور اوس ہین کے حیوانات کتنے ہی چھوٹے ہون اُنکا جسم کثیف ہے اور ظاہر ہے کہ جب کثیف جسم پانی مین شامل ہوتا ہے تو اوسکو میلا اور گدلا بنا دیتا ہے مگر اُن کڑوڑون حیوانات نے اوسکی شفافیت مین ذرا بھی فرق نہ لایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ اُن تمام کا جسم اوس قطرہ کے جسم کے مقابلہ مین عشر عشیر بلکہ ہزاروان حصہ بھی نہین اب کہئے کہ جب اُن کڑوڑون حیوانون کا مجموعہ اس شفاف قطرہ مین غیر محسوس ہے تو ایک ایک کا ادراک سوائے اوس خالق عز وجل کے جس نے اُنہین پیدا کیا کون کرسکتا ہے۔ جب حکمت جدیدہ نے ایسے باریک حیوانون کا مشاہدہ کرا دیا اور حکما نے یہہ اعتراف بھی کرلیا کہ اُن حیوانون سے باریک تر بھی اوس پانی مین موجود ہین مگر افسوس ہے کہ اُنکو دکھانے والی کلان مین اب تک نہ بن سکی تو اب کہئے کہ تخم مین لاکھوں بلکہ کڑوڑہا متمائز اجزا موجود ہون تو خدائے تعالی کی قدرت سے کیا بعید ہے۔ قابل افسوس یہہ بات ہے کہ اس زمانہ مین جسقدر خدائے تعالی کی قدرت کا ظہور زیادہ ہوتا جاتا ہے عقلون پر اور زیادہ پردے پڑتے جاتے ہین یہانتک تو نوبت پہونچ گئی ہے کہ خدا کی قدرت کا نام لینے والے بیوقوف اور پاگل سمجھے جاتے ہین اہل ایمان کو اس زمانہ مین شکر کرنا چاہئے کہ حق تعالی ہمارے ضعف ایمان پر رحم فرماکر اپنی قدرت کاملہ کی ایسی نشانیان ظاہر فرما رہا ہے کہ اون مین غور کرنے سے ایمان قوی ہو جائے اور وسوسہ اندازون کے مقابلہ مین ثابت قدم رہین۔

اہل انصاف اپنے وجدان سے دریافت کرین کہ جو امور غریبہ حکمت جدیدہ کے آلات وادوات سے ہمارے زمانہ مین محسوس ہوگئے ہین اگر انکا ذکر قرآن شریف مین ہوتا تو کیا معتزلہ اور

اون کے ہم خیال ان چیزون کی تصدیق کرتے میرے دانست مین ہرگز نہ کرتے اگر پانی کے
حیوانات کا ذکر قرآن شریف مین ہوتا تو وہ اوس مین یہہ تاویل ضرور کرتے کہ ان حیوانات
سے مراد اوسکے کرور ہا اجزائی لا یتجزی ہین اور اونپر حیوان کا اطلاق اس وجہ سو ہوا ہے کہ وہ
باعث حیات ہین اور معلوم نہین کہ اسکے سوا اور کیا کیا نزاکتین نکالتے مگر اسکے کبھی قایل نہ ہوتے
کہ پانی کے ایک قطرہ مین اتنے حیوانات بستے ہین کیونکہ اونہون نے ٹھہرا رکھا ہے کہ خدا کی قدرت
بھی ہو تو اسی قدر ہو جس سے ہماری عقل بلکہ حواس متعلق ہون حالانکہ عقل دائرہ محسوسات
سے قدم باہر نہین رکھہ سکتی جسکو ہم نے کتاب العقل مین ثابت کیا ہے۔ ایسے لوگ اگر
خدا و رسول کے کلام کو نہ مانین اور اسپر ایمان نہ لائین کہ خدا تعالی نے روز میثاق آدم علیہ السلام
کی پشت سے اونکی ذریات کو نکالا تو کوئی تعجب کی بات نہین مگر اہل ایمان کو چاہیے کہ خدا تعالی
کی قدرت کو پیش نظر رکھکر اوس کو مان لین اور یہہ سمجھہ لین کہ جس نے ایک لفظ کن سے تمام
عالم کو پیدا کیا اوسکے نزدیک آدم علیہ السلام کی ذریت کو وقت واحد مین موجود کرنا کوئی
بڑی بات نہین۔
یہان ایک اعتراض یہہ وارد ہوتا ہے کہ تمام ذریات کو اونکے پیٹھون سے نکالنے کا یہہ
مطلب ہوا کہ سب آدم علیہ السلام کی پیٹھہ سے نکالے گئے تو یہہ کہنا پڑیگا کہ وہ سب
اونکی پیٹھہ مین جمع تھے حالانکہ یہہ صریح البطلان ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ فی الواقع جو
بات کبھی دیکھی نہ گئی ہو وہ سمجھہ مین نہین آتی مگر اوس کو باطل کہنا عقلا کی شان سے بعید ہے
عقلا تو ادنی ادنی مشابہت سے بڑی بڑی محال باتین ثابت کیا کرتے ہین دیکھئے اہل حکمت
جدیدہ نے صرف یہہ دیکھا کہ مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے تو اوسپر قیاس کر کے کہا کہ آفتاب
زمین کو اور زمین آفتاب کو کھینچتی ہے پھر کسی تدبیر سے آفتاب کے گرد اوسے گھما دیا اور گوپن

دماغ مین صورتون کا منطبع ہونا

کے تپھر پر قیاس کر کے قوت تارک المرکز نکالا تا کہ آفتاب سے علحدہ رہکر اوسکے گرد چکر لگاتی رہے اور اون کی اس خبر پر کل نئی روشنی والونکا ایمان ہے غرضکہ عقلا کو عقل سے ثابت کرنے کیلئے صرف مثال ملجانا کافی ہے۔ سو اس مسئلہ مین یہہ بھی ایک مثال پیش کئے دیتے ہین دیکہئے جو چیز ہم دیکھتے یا سنتے ہین بلکہ وہ کل اشیا جن سے ہمارے حواس خمسہ متعلق ہوتے ہین اونکی صورتین ہمارے دماغ مین منطبع ہوتی ہین اور رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہونچتی ہے کہ ہزارون صورتین دماغ مین جمع ہوجاتی ہین بعض علمانے اپنے حافظہ کا حال بیان کیا ہے کہ جو صورت اوس مین منطبع ہوئی پھر کبھی نہ نکلی جس سے انکا دماغ گویا ایک کتب خانہ بن گیا ہے پھر وقتاً فوقتاً حواس کے ذریعہ سے جو صورتین دماغ مین جاتی ہین وہ اونکے علاوہ ہین غرضکہ بے شمار امور دماغون مین موجود رہتے ہین اور جس صورت کو دل خیال کرتے ہین فوراً پیش نظر ہوجاتی ہے اگر عادت سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو یہہ بات ہی سمجھہ مین نہ آئیگی کہ اتنے نقش دماغ مین ایک پر ایک کیونکر منقش ہوتے ہین اگر وہ مثل لوح کے ہے تو لوح پر دوسرا نقش پہلے کو خراب کر دیتا ہے بلکہ دونون نقش مہمل اور بیکار ہوجاتے ہین اور اگر آئینہ کی طرح اوسپر انعکاس ہوتا ہے تو اوس مین بھی صورتین ممتاز نہین رہتین بخلاف اوسکے دماغ مین لاکھون صورتین اور مضامین ممتاز رہتے ہین اور امتیاز بھی اس بلا کا کہ اگر دس بیس برس کے پیشتر والی صورت کی طرف توجہ کیجائے تو فوراً پیش نظر ہوجاتی ہے اگر یہہ ہمارا مشاہدہ نہوتا تو ہم اسکی بھی تصدیق نکر سکتے۔ بہرحال اگر خدا تعالی کی بات ماننی ہو تو یہی ایک مثال اسکے استبعاد کو دور کرنیکے لئے کافی ہے ورنہ مشاہدہ بھی مفید نہین ہو سکتا دیکھئے سوفسطائیہ تمام چیزون کو معہ آثار ولوازم وتاثیرات دیکھا کئے مگر اسی پر اڑے رہے کہ سارا عالم خیال ہی خیال ہے۔

شاید یہان یہہ کہا جائیگا کہ دماغی صورتین اعراض ہین اور ذریات جواہر تھے جیسا کہ حدیث شریف مین ذرات کے ساتھہ انکی تشبیہ وارد ہے۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ حق تعالی کی قدرت اسکی شان کے مطابق مان لیجائے تو اس قسم کے خدشات سب دفع ہوجاتے ہین اور اگر استبعاد دفع کرنے کیلئے مثال ہی درکار ہو تو وہ بھی مل سکتی ہے دیکھئے حکمت جدیدہ مین ثابت کیا گیا ہے کہ نور جسم دار چیز ہے اور یہہ بھی اکثر حکما کی تحقیقات سے ثابت ہے کہ جس چیز کی بو آتی ہے اسکا سبب یہہ ہے کہ اسکے لطیف اجزا علحدہ ہوکر ہوا مین پھیل جاتے ہین اور اسپر ایک قرینہ بھی ہے کہ حرارت کے وقت ہر چیز کی بو زیادہ ہوتی ہے اسلئے لطیف اجزا کو وہ علحدہ کر دیتی ہے جیسا کہ بخارات مین محسوس ہے۔ اور آواز بھی جوہر ہے اسلئے کہ فونوگراف کی تختی مین وہ قید کی جاتی ہے۔ یہان یہہ نہین کہہ سکتے کہ خطوط مین ہوا مقید ہے اس لئے کہ ان باریک خطوط مین جو برابر محسوس بھی نہین اتنی ہوا نہین رہ سکتی کہ باریک سوی کی حرکت سے اتنا تموج اسمین ہو کہ سینکڑون قدم تک طوفان برپا کردے۔ اور حکمت جدیدہ مین ثابت ہے کہ تمام عالم مین مادہ اتھیر بھرا ہوا ہے۔ اب دیکھئے کہ کسی میدان مین چاندنی بھی پڑی ہوا اور ہزار پانسو لیمپ بھی روشن ہو اور سو پچاس خوشبودار چیزین بھی وہان رکھی ہون اور پانچ چار ہزار آدمیون کا شور و غل بھی ہو تو اس میدان کی ہوا مین کتنے جواہر موجود ہوگئے ہوا جوہر۔ چاندنی جوہر۔ لیمپون کی روشنی جوہر۔ ہر خوشبودار چیز کے لطیف اجزا جوہر ہزارون آدمیون کی آواز جوہر اتھیر جوہر۔ اتنے جوہر سب اس میدان کے فضا مین متداخل ہین۔ اسکے سوا حکمت جدیدہ سے ثابت ہے کہ آدمی اپنے اندر سے ایک شخص اپنا شبیہہ نکال کر کسی کام پر مامور کرسکتا ہے اور اسکو در و دیوار وغیرہ اجسام آنے جانے سے نہین روک سکتے جسکا تجربہ اہل یورپ نے کرکے دکھایا ہے یہہ جسم جو اندر سے نکلتا ہے اسکے نکلنے سے آدمی کے

جسم مین کوئی گڑھا نہین پڑتا غرضکہ جواہر و اجسام کا تداخل ان مشاہدون سے ثابت ہے اب حکیمون کی ان باتون پر ایمان لانا جو مقناطیس اور کوہ کہربا کو کھلا کر زمین و آسمان کے قلابے ملاتے ہین اور ایسی کھلی مثالون اور قدرتی اعجازون کے دیکھنے پر بھی خدا و رسول کے کلام کو نہ ماننا کسقدر ظلم ہے جب خدا تعالیٰ پوچھے گا کہ تم نے حکیمون کی تخمینی بے سر و پا باتون کی جسقدر وقعت کی اتنی بھی ہمارے کلام کی وقعت نہ کی اس کی کیا وجہ تو اسکا کیا جواب دیا جائیگا خدا تعالیٰ ہم سب مسلمانون کو توفیق عطا فرمائے کہ جسطرح ہم ایمان کا دعویٰ کرتے ہین اسکے ذات و صفات و کلام پر بھی پورا ایمان لائین اور روز محشر خدا و رسول کے روبرو تمام خلائق کے مجمع مین بے ایمان نہ کہلائین۔

الحاصل ارواح بنی نوع انسان جو آدم علیہ السلام سے پیشتر پیدا ہو چکے تھے جب اس عالم جسمانی مین انکے ظہور کا وقت آگیا تو بعد سجدہ اسکے کہ آدم علیہ السلام اپنی دار الخلافت مین تشریف لائین ان سب کو ظاہر فرمایا اسطور پر کہ جتنی اولاد انکی قیامت تک ہونے والی تھی سبکا مادہ اُن کی پشت مین رکھا جسطرح تخم مین دوسرے تخم کا مادہ ہوا کرتا ہے اور چونکہ وہ سب علم الٰہی مین ممتاز تھے ادنیٰ تحریک سے انکو ایسی صورتون مین ظاہر فرمایا جسکی حقیقت وہی جانتا ہے پہر ہر ایک کی روح کو اسکے ساتھہ متعلق فرمایا جس طرح ہمارے جسم کے ساتھہ وہ اسوقت متعلق ہین اور اُنسے سوال الست بربکم ہوا چونکہ اتبک وہ مشاہدہ ذات الٰہی مین مستغرق تھین اور جسمانی تعلق اسقدر نہ تھا جو اب ہے اسوقت نہ پیٹ کا دھندا تھا نہ شہوتون کی لذت نہ کسی چیز کا غم فوراً وہ سب نہایت جوش و خروش سے کہہ اٹھین کہ بیشک تو ہی ہمارا رب ہے اور ہم سب اسکی گواہی دیتے ہین اس میثاق سے یہہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ صرف تعلق جسمانی منافی مشاہدہ نہین ہے البتہ لذائذ

جسمانیہ مین انہماک روح کو خاک مین ملا دیتا ہے جس سے وہ ادہر ہی کی ہوجاتی ہے اور سوال بھی یہی ہوگا کہ بالکل دنیا ہی کے کیون ہوگئے تھے اگر دنیا کے کاربار کے ساتہہ توجہ الی اللہ بھی ہو تو اسکا کوئی مواخذہ نہین بلکہ اس سے قابل تحسین اور مورد آفرین بنین گے

یہان یہہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے ذریت کا نکالا جانا اس آیت مین مذکور نہین بلکہ بنی آدم کے پشتون سے نکالے جانیکا ذکر ہے جس سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کی اولاد اُسکے پشت سے نکالی گئی یعنے اس عالم مین جب وہ پیدا ہوے تو ان سے اقرار لیا گیا۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ اس عالم مین موجود ہونیکے بعد سب سے اقرار نہین لیا گیا بلکہ انبیا جب کفار سے توحید کے لئے کہتے اور وعدہ لینا چاہتے تو اسکا انکار ہی کیا کرتے تھے۔ منکرین میثاق روحانی اسکے جواب مین کہتے ہین کہ انکو جو عقل دی گئی اس سے غرض یہی ہے کہ آثار قدرت دیکھہ لین اور یہی میثاق ہے بطور ذکر مسبب ارادہ سبب۔

ہم کہینگے کہ مجاز لینے کی اسوقت ضرورت ہوتی ہے جہان اصلی معنے نہ بن سکتے ہون اور میثاق روحانی مین حقیقی معنی بن جاتے ہین کہ ہر ایک کی روح نے ربوبیت کا اقرار کر لیا رہا یہہ کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام ذریات کا نکالنا اس مین مصرح نہین سو اسکا جواب یہہ کہ حق تعالی نے واذ اخذ ربک من بنی آدم فرمایا یعنے ذکر کرو اسوقت کو جب لیا رب نے ذریت کو اس سے ظاہر ہے کہ یہان واقعہ گذشتہ بیان کرنا منظور ہے اگر یہہ منظور ہوتا کہ ہم ہر وقت پیدا کر کے اقرار لیتے ہین تو مضارع کا صیغہ مذکور ہوتا پہر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معنی ظاہر لفظ سے معین ہوتے ہین اُسیکو

بیان اسکو کیا اور فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی پیٹھہ سے اُنکی ذریت کو نکالا تو اب ہمین کوئی ضرورت نہین
کہ اُسکی مخالفت کرکے اپنی راے کے معنی کو ترجیح دین پہر احادیث جو اس باب مین وارد
ہین وہ ایک دو نہین صرف ایک کتاب تفسیر درمنثور مین تخمیناً پچاس حدیثین وارد ہین اور
ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسحق بن راہویہ کا قول نقل کیا ہے کہ اس معنی پر اجماع ہو گیا ہے
اب کہئے کہ جو معنی ظاہر آیت سے معلوم ہوتے ہین اُن کو چہوڑکر احادیث سے منہ موڑکر
اجماع کو توڑکر مجازی معنی کے مرتکب ہونے کی کیا ضرورت؟

مخالفین یہان ایک شبہہ یہہ بہی پیش کرتے ہین کہ میثاق کی غرض اس آیت مین یہہ بیان
کی گئی ہے کہ قیامت کے روز وہ کہین یہہ عذر پیش نہ کرین کہ ہم ربوبیت سے غافل تہے
یا یہہ کہ ہمارے آباؤ اجداد مشرک تہے ہم اُنکے پیرو رہے مقصود الٰہی یہہ کہ اس میثاق
اور معاہدہ سے اُن پر حجت قایم ہو جائے حالانکہ یہہ میثاق روحانی اس غرض کو پوری نہین
کر سکتا اس لئے کہ کسیکو وہ میثاق دنیا مین یاد ہی نہ رہا اگر اس عہد کی مخالفت پر مواخذہ
کیا جاوے تو وہ صاف کہدینگے کہ ہم نے اقرار کیا ہی نہین اگر کرتے تو کسی کو تو یاد رہتا
پہر ایسے میثاق سے فائدہ ہی کیا؟ اسکا جواب یہہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ارواح بشریہ کو
تمام مخلوقات مین ممتاز اور اکرم و اشرف پیدا کیا مگر اُسکے ساتہہ ہی یہہ شرط بہی لگادی کہ
یہہ شرافت اُسیوقت قایم رہیگی کہ امتحان مین کامل ثابت ہون پہر اس دار الامتحان مین
جب اُنہین موجود فرمایا تو اُن کے ساتہہ ایک جسد لگادیا جس مین ایک ایسا کارخانہ
قایم ہے کہ وہ تمام عالم کا ایک نسخہ جامعہ ٹہرا اور ایک پوری سلطنت اُس مین قایم کردی گئی
اس وسیع سلطنت مین اس روح کو اپنا خلیفہ قائم فرمایا جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے مستفاد
ہے وجعلناکم خلائف فی الارض کیونکہ کل بنی آدم کو زمین کے خلیفے نہین کہہ سکتے البتہ اپنی

ایک شبہہ اور اسکا جواب

اپنی سلطنت جسد مین ہر ایک خلیفہ ضرور ہے پہر اس سلطنت مین جب جسمانی ذائقے ملنے لگے اور ابتدائے پیدایش سے اُنکی توجہ اُنہی مین مبذول ہوی تو وہ عہد و میثاق بہول گئی اور یہی باعث مواخذہ ہوا دیکہیے اگر کوئی بادشاہ کسی سے اقرار لیکر کسی ملک کی حکومت پر پروانہ کرے اور وہان وہ جاکر عیش و عشرت ہی مین مشغول ہوجاوے اور باغیانہ خیال پیدا کرے تو کیا عقل کی روسے وہ قابل مواخذہ نہوگا ضرور ہوگا برخلاف اسکے جو حاکم عیش و عشرت بقدر ضرورت کرکے اطاعت شاہی مین مشغول ہو وہ قابل تحسین و انعام ہوگا اب رہی یہہ بات کہ اس عالم مین آنے کے بعد سن رشد و بلوغ تک نئے نئے اور تازہ وارد جسمانی تعلقات روح کو متحیر کردیتے ہین اور لذائذ جسمانی نادیدون کی طرح اسکو اپنے والہ و شیدا بنالیتے ہین جس سے وہ اپنے کل گذشتہ ذاتی لذتون اور قول و قرار کو بہول جاتی ہے تو اُسکے لئے یہہ تدبیر کی گئی کہ اُسکی ذات مین قوت فکر رکھی گئی تاکہ آثار و لوازم کو دیکہکر توحید پر استدلال کرے اور اُسی پر کفایت نہین بلکہ انبیا بھی بھیجے گئے جنہون نے معجزے دکہلا کر اُسکی قوت فکریہ کو اپنی تصدیق پر مجبور کیا اُسکے بعد عہد و مواثیق یاد دلائے اور ایسے طریقے بتائے کہ پہر اپنی حالت اصلیہ پر آنا چاہے تو اونپر چلنے سے آسکے اور وہ وعدے خود یاد آجاوین چنانچہ جن حضرات نے تصفیہ باطن کیا عہد و میثاق اُنکو یاد بھی آگیا جیسا کہ تفسیر روح المعانی مین لکہا ہے کہ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ عہد و میثاق آپکو یاد ہے کہا وہ مجھے ایسا یاد ہے کہ گویا اب میرے کان مین اُسکی آواز موجود ہے۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ وہ مجھے یاد ہے کہ گویا کل ہی گذرا ہے انتھے اور حضرت محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ سے بھی اسی قسم کی بات مروی ہے غرضکہ بہولنے کے اسباب کو علحدہ کرنے کے بعد روحانیت کے لوازم و خصوصیات اور اُنکا اشتیاق

پھر عود کرتے جاتے ہین جسکا حال انشاء اللہ تعالیٰ آیندہ عقلی طور پر بہی ثابت ہوجائیگا اگر باوجود
اسکے کوئی شخص نہ اپنی فکر سے کام لے اور نہ انبیا کی مانے اور نہ رفع موانع کی کوشش کرے تو اس
جرم مین ضرور ماخوذ ہوگا کہ فکر سے کیون کام نہ لیا؟ اور انبیا کی بات کیون نہ مانی ہے؟ اور یہہ عذر ہرگز
قابل پذیرائی نہوگا کہ ہم اس وعدے کو بہول گئے تھے اس لئے کہ انبیا تو اُسی وعدہ کو یاد دلا
نے آئے تھے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہی ارشاد ہوا کیا کہ (فذکر) پہر جن لوگون نے
حضرت کی بات مان لی اُنکی روحون نے کل امور کو تسلیم کر لیا اور فائز المرام ہوے اسی وجہ سے
قیامت مین اُنسے اُس میثاق روحانی کے سوال کی نوبت ہی نہ آئیگی۔ چونکہ اس میثاق کو
بہلانے والے جسمانی تعلق تھے جیسا کہ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ آدمی جب ایسے کام مین مشغول
ہوتا ہے جس سے اسکو کمال درجہ کا التذاذ ہو تو کوئی بات اُسکو یاد نہین آتی اور قیامت کے روز تو
کل لذایذ اور تعلقات جسمانی منقطع ہوجائینگے اس لئے کہ اُس پچاس ہزار برس کے دن مین نہ
کہانا ہوگا نہ پانی نہ نفس ناطقہ کو بدل ما تحلل پہونچانے کی فکر اس وجہ سے اُسکی عقل ٹہکانے
لگے گی اور وہ سب مواثیق وعہود اور عمر بہر کے سارے کرتوت پیش نظر ہوجائینگے اور وہ حین
جو دار الامتحان مین لذتون مین مشغول ہو کر عہد وپیمان بہول گئی تہین ماوبہ حجت الٰہی قایم
ہوجائیگی اور اس انکشاف کے بعد اُس میثاق روحانی کا نتیجہ یہہ ظاہر ہوگا کہ اونکو انا کنا
عن ہذا غافلین کہنے کا موقع ہی نہ ملیگا اس لئے کہ میثاق کے وقت تو مشاہدہ ہی مشاہدہ تہا
غفلت مطلقا نہ تہی دار الامتحان کی غفلت سو وہ عارضی تہی اور اوسکے دفع کرنے کیلئے دلائل
ربوبیت وتوحید اظہر من الشمس ہین انکو مشاہدہ کرنے کے لئے فکر بہی دیگئی ہے جس سے
حق وباطل کا ادراک وامتیاز متعلق ہے پہر انبیا نے بہی غفلت ہی کو دفع کرنے کے طریقے
بتلا دئے۔ باوجود اسکے کہ غفلت کو دفع کرنے والے متعدد اسباب قایم کئے گئے اگر جزاو سزا

کے وقت غفلت کا حیلہ پیش کیا جائے تو نہ عقلاً وہ قابل سماعت ہوسکتا ہے نہ قانوناً۔
الحاصل اصل مدرک روح ہے اور راحت والم کا احساس اوسی کو ہے جب سے وہ پیدا ہوئی
ہے اُسکی صورتین ہر موطن مین مختلف رہین قبل میثاق خدا جانے اُسکی کیا صورت تھی کیونکہ
ہمارا ادراک انھی صورتون سے متعلق ہوتا ہے جن کو اس عالم مین ہم دیکھتے ہین دوسرے
عالم کی صورتین اور لوازم اور آثار کا ادراک کرنا ہماری حالت موجودہ کے لحاظ سے ممکن نہین
البتہ ہم ایمانی طریقہ سے یہہ ضرور کہین گے کہ روحون کی صورتین مختلف اور باہم ممتاز ہین
جیسا کہ حدیث شریف الارواح جنود مجندۃ سے معلوم ہوتا ہے پھر بوقت میثاق اُن کو جسم دیا
گیا جس کی تعبیر بطریق تشبیہ ذرون سے کی گئی اسکی بھی حقیقت ہم نہین معلوم کرسکتے اسکے
بعد جب اس عالم مین وہ لائی گئین ایک خاص جسم کے ساتھہ متعلق کی گئین جس کو ہم دیکھتے
ہین اور باوجود اسکے اب بھی روح کی صورت معین نہین کرسکتے کیونکہ وہ ہمارے حس سے
غائب ہے پھر اس عالم سے جب وہ منتقل ہوگی خدا جانے وہان کے جسم کی کیا کیفیت اور
کیا حالت ہوگی مگر خواب سے کسیقدر پتہ چلتا ہے کہ کبھی ہم مشرق مین ہوتے ہین اور کبھی مغرب
مین اور حالات بھی کچھہ ایسے نادر دیکھتے ہین کہ اس عالم مین اُن کا ظہور ممکن نہین مگر اوس
عالم مین مشاہدہ کے وقت معمولی سے معلوم ہوتے ہین غرض اس عالم خواب پر قیاس کرکے
کہہ سکتے ہین کہ عالم برزخ مین بہ نسبت اس عالم کے لطافت بڑی ہوئی ہوگی اوسکے بعد
قیامت کے روز اوس کو پھر ایک خاص قسم کا جسم دیا جائیگا جسکے آثار و لوازم اس عالم کے
جسمانیت کے ساتھہ کچھہ مناسبت نہین رکھتے بہرحال ان مواطن و مقامات مین گو صورتین اور
اجسام متعلقہ بدلتے جائین مگر روح وہی ایک چیز ہے جو ہر حالت مین منتقل ہوتی ہوئی آئی
اور ابدالآباد باقی رہیگی جتنی حالتین ان مواطن مین اس پر گذری ہین قیامت مین سب اوسکے

پیش نظر ہین گے جس طرح کوئی بوڑہا اپنے لڑکپن جوانی کہولت وغیرہ کے حالات کو یاد کرتا ہے تو وہ اوس کے پیش نظر ہوجاتے ہین حالانکہ ان عمرون کے بہی لوازم و آثار مختلف ہوتے ہین غرضکہ اوسوقت اوسکو تسلیم کرنا پڑیگا کہ روز میثاق ربوبیت کا اقرار کرلیا تہا اور دار الامتحان مین بجائے اسکے کہ ربوبیت مطلقہ کا اقرار کرکے حد خلافت سے قدم باہر نہ رکہتی خود سری سے انا و لاغیری کے مقام مین اطاعت الٰہی سے منحرف ہوگئی جسکی سزا دوزخ مین اُسے بہگتنی پڑیگی اور نہ غفلت کا عذر قابل قبول ہوگا نہ آباؤ اجداد کی تقلید کا بلکہ جب ربوبیت مطلقہ کا ذاتی مشاہدہ اور اس کا اقرار پیش نظر ہوجائیگا تو ان اعذار بارده کو پیش کرنا ہی فضول سمجہا جائیگا اور حجت الٰہی قایم ہوجائیگی کما قال اللہ تعالیٰ فَلِلّٰہِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔

اب رہی یہہ بات کہ ذریات جب سب معدوم تہے تو اون کا عدم مین ممتاز ہونا کیسا۔ اسکو یون سمجہہ سکتے ہین کہ جسطرح رائی برابر تخم مین لکہو کہا اجزا ممتاز ہین اسی طرح یہہ بہی ممتاز ہوسکتے ہین اور جس طرح ایک قطرہ مین کروڑہا حیوان ممتاز ہین اگر ان کا امتیاز خدائے تعالیٰ کے نزدیک ہو تو علم الٰہی سے کیا بعید ہے اور جب خالق عالم نے یہہ خبر دی ہے۔ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تو اس سے انکار کی کوئی وجہ نہین۔

اگر کہا جائے کہ کل شیٔ سے مراد اشیاء موجودہ ہین۔ تو ہم کہینگے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَا اَرَدْنَاهُ اَنْ نَّقُولَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ یعنے جب ہم کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہین تو صرف اس سے کن کہدیتے ہین جس سے وہ موجود ہوجاتی ہے اب غور کیجئے کہ کن کا خطاب موجود چیز سے ہوسکتا ہے یا معدوم سے اگر موجود سے ہو تو تحصیل حاصل ہے اس صورت مین بہی کہنا پڑیگا کہ وجود سے پہلے اُس چیز سے خطاب ہوتا ہے جسکو وجود عطا کرنا منظور ہوتا ہے اگر اس حالت مین خطاب کی صلاحیت اسمین

نہوتی تو یہہ خطاب اور حکم کیونکر صحیح ہوتا پھر اس خطاب سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالے
کے نزدیک اسکی سماعت بھی ثابت ہے اور سمجھہ بھی کیونکہ جس کو سماعت اور سمجھہ نہو اس سے
خطاب کرنا عقلاً درست نہین پھر جو حکم کیا جاتا ہے اسکی تعمیل بھی وہ کرتی ہے اور اس معدوم
کا جواب دینا بھی ثابت ہے کما قال تعالیٰ ثم استویٰ الی السماء وہی دخان فقال لہا وللارض
ائتیا طوعا او کرہا قالتا اتینا طائعین یعنے خدائے تعالیٰ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے
اور زمین سے کہا کہ طوعاً و کرہاً جسطرح ہو وجود مین آؤ ان دونون نے کہا ہم خوشی سے آتے
ہین دیکھئے اس عالم عدم مین آسمان وزمین نے کیسی سمجھہ کی بات کہی کہ حکم خالق پر ناخوشی کا
کیا ذکر ہم خوشی سے آتے ہین یہہ سوال وجواب کس حالت مین ہو رہا ہے؟ اس حالت مین
کہ ان دونون کے وجود کا کہین پتہ بھی نتہا کیونکہ اسکے بعد ارشاد ہے فقضٰہن سبع سمٰوات
یعنے اس گفت وشنید کے بعد بنادیا انکو سات آسمان۔ اس سے ظاہر ہے کہ معدومات
نہانخانۂ عدم مین اپنے مالک اور خالق کی بات سنتے اور سمجھتے ہین اور مودبانہ گفتگو کرکے اس پر
عمل بھی کرتے ہین البتہ نہ کسی دوسرے پر انکی نظر پڑتی ہے نہ انکو کوئی دیکھہ سکتا ہے کیونکہ
ان چیزون کا مدار وجود پر ہے اگر خالق ومخلوق مین اتنی بھی خصوصیت نہو تو خالقیت ہی کیا ہوئی
مگر اس کا سمجھنا ہر کس وناکس کا کام نہین اسکے لئے وہی لوگ مخصوص ہین جن کو کلام الٰہی پر پورا
پورا ایمان ہوتا ہے اور افعال الٰہیہ کو اپنے کامون پر قیاس نہین کرتے۔

اب بمناسبت مقام ہم تخلیق سے متعلق بطور تمثیل تہوڑی سی تقریر کرنا چاہتے ہین۔ ناظرین
سے توقع ہے کہ غور وتامل سے ملاحظہ فرماوین جس سے ممکن ہے کہ بشرط انصاف فہم حقیقت
کا راستہ مل جائے۔

آدمی مین یہہ قدرت تو نہین ہے کہ کسی چیز کو وجود بخشے مگر موجود چیزون کو ترکیب دیکر ایک

ایسی چیز بنا لیتا ہے جو پہلے نہ تھی مثلاً گھر اگرچہ پتھر وغیرہ موجودہ اشیاء سے بنایا جاتا ہے مگر اتنا تو
سمجھا جائیگا کہ وہ پہلے معدوم تھا اب وجود مین آیا گو کسی جز کی ایجاد مین آدمی کو دخل نہین اب
غور کیجئے کہ اس وجود مصنوعی کا کیا طریقہ ہے۔ جب ہم کسی معین مقام مین گھر بنانا چاہتے ہین تو
اس زمین پر دالان بیٹھیں دالان حجرے اور صحن وغیرہ کا اندازہ کرتے ہین اونکہتے ہین کہ یہان مثلاً
بتیس گز کا دالان ہوگا اور اتنے گز کے حجرے وغیرہ جب یہہ اندازہ کرلیتے ہین تو اوس گھر کی
ہر چیز ذہن مین ممتاز ہو جاتی ہے اور یون کہنے لگتے ہین کہ یہہ دالان ہے یہہ حجرہ وغیرہ ہے
حالانکہ نہ وہان دالان ہوتا ہے نہ حجرہ اور اسی پر آثار خارجی بھی کسیقدر مترتب ہو جاتے ہین مثلاً
ہمسایہ والا جب دیکہتا ہے کہ اوسکے پرنالے اور بدررو اپنے گہر مین سے ہوگی تو آمادہ فساد
ہو جاتا ہے اور لوگ جب اوسکی تقسیم اور بناوٹ کی تعریف کرتے ہین اور وہ اپنے کل مقاصد اس
مین پورے ہونے کا خیال کرتا ہے تو ویسیہ تقریباً اتنی خوشی ہوتی ہے جو اوسکے تیار ہونے
کے بعد ہونی چاہئے۔ الحاصل وہ گہر اگرچہ ہنوز عدم مین ہے مگر معدومات محضہ مین اسکو شریک
نہین کر سکتے اور یہہ نہین کہہ سکتے کہ یہہ گہر اور وہ (جو بازو کی زمین مین بطریق امکان خیال کیا جائے
جس کا نہ ذہنی وجود ہے نہ بنانے کا خیال) دونون ایک قسم کے عدم مین شریک ہین کیونکہ
اس گہر پر آثار مترتب ہوگئے اور بازو کے فرضی گہر پر کسی قسم کا اثر مترتب نہین ہوا بلکہ لفظ مکان
کہنے سے صرف اسکے معنی کا تصور کیا جسکا مصداق نہ ذہن مین ہے نہ خارج مین اس لئے
کہ اس مکان کے تصور مین نہ دالان معین ہے نہ حجرہ وغیرہ جیسے ہزار سر کا آدمی اور شریک الباری
اور اجتماع نقیضین وغیرہ اشیاء کے الفاظ کہنے سننے سے کچھہ نہ کچھہ تصور ہوجاتا ہے مگر جب اسکے
مصداق پر نظر ڈالی جاتی ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ وجود نفس الامری سے اسکو کچھہ تعلق
نہین بخلاف اس مکان کے کہ گو اسکو خارجی وجود نہین مگر نفس الامری وجود ضرور ہے

جس پر آثار مرتب ہو رہے ہین چونکہ وجود خارجی کا درجہ اُسکو حاصل نہین اور نہ وہ عدم محض ہے اس لئے اس درجہ کو ثبوت سے تعبیر کرتے اور یون کہتے ہین کہ وہ مکان ثبوت کے درجہ مین ہے یعنے جب اُسکو وجود خارجی مین لایا جائیگا تو اوسکی وضع ترکیب وہی ہوگی جو ثبوت کے درجہ مین تھی۔ پہر جب وجود خارجی مین اُسکو لانے کا ارادہ ہوتا ہے تو بمجرد ارادہ کے قدرت اوسکے ساتھہ متعلق ہوجاتی ہے اور اگر وہ ایسا ہو کہ بنانے والے کی قدرت کام نہ کرسکے مثلاً غریب شخص ایوان شاہی بنانا چاہے تو اُسکو خارجی وجود نصیب نہوگا اسی وجہ سے ہر شخص ایسے ہی مکان کا اندازہ کرتا ہے جو اُس سے ممکن ہو یعنے اپنی قدرت مین اُسکا بنانا ہو اس سے ظاہر ہے کہ امکان کا درجہ تعلق قدرت سے پیشتر ہے پہر قدرت متعلق ہونے سے پیشتر تعلق ارادہ ہے کیونکہ جب تک ارادہ نہو اسکا وجود ممکن نہین اور ارادہ سے پہلے علم کی ضرورت ہے اس لئے کہ جب تک علم نہو اُسکے بنانے کا ارادہ ہی نہین ہوسکتا اور علم وہی معتبر ہے جو مطابق معلوم ہو کیونکہ جو علم خلاف معلوم ہو وہ اس شے کا علم نہین ہوسکتا اسکو اُسکا جہل کہنا چاہئے اس سے ظاہر ہے کہ وہ مکان جو ثبوت کے درجہ مین تہا وجود خارجی سے بہت پیشتر ہے اس لئے کہ ثبوت درجہ علم پر بھی مقدم ہے اسی وجہ سے علم کو تابع معلوم کہتے ہین اور علم مشیت اور ارادہ پر مقدم ہے اور ارادہ تعلق قدرت وجود پر غرض کہ اس سلسلہ مین ثبوت نفس الامری سب پر مقدم ہے البتہ تقدیر و اندازہ کا درجہ اس پر بھی مقدم ہے کیونکہ جب تک اس کا اندازہ اور تقدیر نہین کی گئی وہ مکان عدم محض مین تہا جسکو کسی قسم کا ثبوت نہین یہہ ہمارے موجود کرنے کا حال تہا۔

اس مین شبہہ نہین کہ ہمارے اور خالق عزوجل کے موجود کرنے مین زمین و آسمان کا فرق ہے بلکہ کچھ مناسبت ہی نہین کیونکہ حقیقی وجود دینا خالق ہی کا کام ہے مگر چونکہ حق تعالی کی معرفت

کا اندازہ ہماری ذات وصفات وافعال پر ہے چنانچہ ارشاد ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون
اس وجہ سے خالقیت ومخلوقیت کے خصوصیات سے قطع نظر کیجائے تو ایجاد سے متعلق
سب مدارج وہی ہونگے جو ندکور ہوے البتہ انسان مین کل ناقص ہین اور خالق عزوجل مین
اتم واکمل جس سے بے اختیار آدمی کہہ اوٹھیگا۔ فتبارک اللہ احسن الخالقین یعنے برکت والا
ہے اللہ تعالے جو سب خالق سے اچھا ہے۔ دیکھئے جس طرح ہم کسی چیز کے بنانے کا ارادہ
کرتے ہین تو پہلے اُسکا اندازہ کر لیتے ہین حق تعالی نے بھی تمام عالم کے اشیاء کا اندازہ کر لیا جیسا
کہ اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے وکل شیٔ عندہ بمقدار یعنے ہر چیز اس کے نزدیک ایک مقدار
پر ہے کل شئی کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ ذوات ہون یا اجسام یا اعراض وغیرہ کل اشیاء
کی مقدار پہلے سے مقرر ہے مثلاً جسطرح ہر ایک آسمان کی مقدار مقرر ہوی اُسکے حرکات کی بھی
مقدار معین ہوی کہ زمانہ الیسی ہو اور کل حرکات اتنے ہون اسیطرح زید کا علم وجہل وغیرہ
اس مقدار پر ہو اور عمرو وغیرہ کا اس مقدار پر غرض کہ کوئی چیز عالم مین ایسی نہین جس کی مقدار
معین نہو پھر یہ مقدار ان اشیاء کی ذاتی صفت نہین بلکہ تقدیر الٰہی نے اسکو معین کیا
جیسا کہ ارشاد ہے۔ فقدرنا فنعم القادرون یعنے پھر ہم نے اندازہ ٹھیرایا تو ہم اچھے اندازہ ٹھیرانے
والے ہین قولہ تعالے انا کل شیٔ خلقناہ بقدر یعنے ہم نے تمام چیزون کو ایک اندازہ کے
ساتھہ پیدا کیا تھا۔ اس تقدیر کے ساتھہ ہی جو ممکنات ابتک وجود مین آنے والے تھے معین
ہوگئے اور انکو ثبوت نفس الامری حاصل ہوگیا اسکے بعد اگر کروڑہا سال بھی وہ وجود خارجی مین
نہ آئین تو وہ ثبوت نفس الامری ان سے زائل نہین ہوسکتا اور ابد الاباد علم الٰہی مین محفوظ ہین
پھر جب کبھی ان کا وجود خارج مین ہوتا ہے تو اسی مقدار اور کیفیت پر ہوتا ہے جسکی تقدیر
ازل مین ہو چکی تھی کما قال اللہ تعالے ما یبدل القول لدی یعنے ہماری بات نہین بدلتی

تقدیر

تعجب نہین کہ خلق کا لفظ جو پیدا اور موجود کرنے مین مستعمل ہے اس مین بھی سہو ہو اس لئے
کہ خلق کے معنی لغت مین اندازہ کرنے کے ہین مگر چونکہ ازلی تخلیق و تقدیر کے مطابق
ہر چیز پیدا کیجاتی ہے تو گویا تخلیق و ایجاد دونون متحد ہو گئے۔

اشیاء معدومہ کو اس ثبوت نفس الامری سے یہہ بات حاصل ہے کہ خدائے تعالے
کے نزدیک وہ قابل خطاب ہین گو اس عالم سے وہ غائب ہون جیسا کہ آیات موصوفہ
سے ابھی معلوم ہوا کہ خدائے تعالی انکو حکم کرتا ہی اور وہ سنتے ہین اور جواب طلب کوئی بات
ہو تو اوسکا جواب دیتے ہین اور امتثال امر کرکے موجود ہوجاتے ہین۔ کیا ممکن ہے
کہ بغیر ثبوت نفس الامری کے وہ قابل خطاب ہون؟ غرض کہ ان اعیان ثابتہ کو مثل انیاب
اغوال یا شریک الباری اور اجتماع النقیضین کے بے اصل و فرضی نہین کہہ سکتے بلکہ اعیان
ثابتہ یہین کہ انکو معلومات الہی ہونے کا درجہ حاصل ہے اگر بحسب قاعدہ مسلمہ کہ علم تابع معلوم
ہوا کرتا ہے کہا جائے کہ وہ اصل ہین اور علم الہی اون کا تابع تو بے موقع نہوگا اس لئے کہ یہہ تقدیر
الہی کے تابع ہین یعنے جن چیزون کو تقدیر الہی نے قایم کیا تھا انھی کے ساتھہ علم الہی بھی متعلق
ہوا۔ یہہ نہین کہ وہ کوئی شی تھی جنکے تقرر مین نعوذ باللہ خدا کو دخل نہین۔

یہان شاید یہہ خیال پیدا ہوگا کہ اس تقریر سے خدائے تعالی کے علم کا حدوث لازم آتا
ہے۔ مگر اسکو یون دفع کرنا چاہئے کہ خدائے تعالی کا اندازہ کرنا ایسا نہین ہے جیسے ہم
اپنے مکان کا نقشہ بناتے ہین کہ کچھہ تو اپنے ذہن سے مدد لیتے ہین اور کچھہ تجربہ کار دوستون یا
اور پیشہ ورون سے پھر اس مین بھی اقسام کی رکاوٹین کبھی جاے کی تنگی کبھی ہمسایہ کے
تعرض کا خیال کبھی اغراض متضادہ کے پورا کرنے کی دشواریان غرض کہ کئی روز صرف
نقشہ جمانے کا دہندا لگا رہتا ہے اپنے کامون پر خدائے تعالی کے کامون کا قیاس

کسی طرح درست نہین ہم جسطرح اپنی ذات مین محتاج ہین بخلاف خدائے تعالیٰ کے کہ وہ اپنے ذات مین کسی کا محتاج ہے نہ صفات و افعال مین اس لئے اُسکو فکر و تدبیر کی کوئی احتیاج نہین اسی طرح اس آیہ شریفہ مین اشارہ بلکہ تصریح ہے۔ قولہ تعالےٰ انا کل شیٔ خلقناہ بقدر وما امرنا الا واحدۃ کلمح بالبصر ہم نے تمام چیزون کو ایک اندازہ کے ساتھہ پیدا کیا ہے ہمارا کام تو بس ایک بات ہوتی ہے جیسے آنکھہ کا جھپکانا انتھے۔ جب ہر چیز کے اندازہ کرنے کا ذکر اس آیہ شریفہ مین ہوا تو لوگون کو ضرور یہہ خیال آیا ہوگا کہ عالم جو ایک مدت سے پیدا ہوا اور ابد الآباد جاری رہیگا جس مین بے انتہا اشیا ہین ان تمام کی تقدیر کیلئے ایک مدت دراز صرف ہوی ہوگی گویا اسی خیال کو دفع کرنے کے لئے ارشاد ہوا کہ ہمارا کام ایسا فوری ہے کہ ایک پلک مارنے کے عرصہ مین سب کچہہ ہوگیا اور دوسری آیتہ مین ہے کلمح البصر او ہو اقرب یعنے پلک مارنے سے بھی کم مدت مین غرض کہ تقدیر ازلی فوری تھی جس سے تمام ممکنات نفس الامری مین ثابت ہوگئے اور فوراً اسکا علم ہوگیا اور تقدیر اور علم مین کچہہ فاصلہ زمانی نہوا اس لئے دونون کے قدم مین کوئی کلام نہین ہوسکتا اور تقدم اور تاخر جو خیال کیا جاتا ہے وہ ذاتی ہے جس طرح ہاتہہ اور کونجی کی حرکت مین ہوتا ہے۔

فرق درمیان علم و تقدیر

اب یہان تقدیر و علم مین فرق معلوم کرنے کی ضرورت ہے حکما صفت ارادۂ الٰہی کی نفی کرکے کہتے ہین کہ وہ علم ہی کا نام ہے کما فی المواقف ارادتہ نفس علمہ بوجہ النظام الاکمل المسموتہ عنایتہ اور اس علم کو وہ علم فعلی کہتے ہین اگرچہ علم ایک ایسی وسیع صفت ہے کہ اکثر صفتون مین اُسکا لگاؤ ہے چنانچہ جب آدمی کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو جب تک اس کام کا علم نہو ارادہ نہین کرسکتا مگر آثار و نتائج سے امتیاز ہوجاتا ہے جب ہم کہتے ہین کہ ہمین فلان چیز کا علم ہے تو اُسکا مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ ہمارے ذہن مین اس چیز کی ایسی صورت ہے کہ اُسکے مطابق ہے اور اگر یہہ ثابت ہوجائے کہ وہ اسکے مطابق نہین تو وہ جہل مرکب ہوگا چنانچہ شرح مواقف مین لکہا ہے

العلم بوقوع شیٔ فی وقت معین تابع لکونہ بحیث یقع لانہ ظلہ وحکایۃ عنہ۔

اور ارادہ اسکو کہتے ہین کہ دو چیزین جو اپنی قدرت مین ہون اُن مین ایک کی تخصیص کر دی جائے مثلاً کسی مقام مین جانا یا نہ جانا دونون ہماری قدرت مین ہون تو اُن مین سے ایک کی تخصیص کر دینا ارادہ کا کام ہے اسی وجہ سے کہا جائیگا کہ ہم نے جانے کا ارادہ کر لیا یا نہ جانے کا اس سے ظاہر ہے کہ علم مین مطابقت اور تبعیت معلوم کی ہوا کرتی ہے اور ارادہ مین تخصیص احد المقدورین کی۔ اب اگر حکما نے علم کو ارادہ کے قائم مقام اس غرض سے کر دیا ہے کہ ہر چیز کسطرح ہونی چاہیئے اُسکا فقط جان لینا ہی کافی ہے علیحدہ ارادہ کی کوئی ضرورت نہین تو تقدیر اور تخلیق ازلی اسی پر صادق آجائیگی چنانچہ شیخ کے اس قول سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے جسکو شرح مواقف مین نقل کیا ہے قال ابن سینا العنایۃ ہی احاطۃ علم الاول تعالے بالکل وبما یجب ان یکون علیہ الکل حتے یکون علی احسن النظام دیکھئے کل اشیاء عالم کا علم اس طور پر قرار دیا ہے کہ اُن مین ہر ایک چیز کے لئے کیا کیا واجب ہے اور یہہ اُسوقت فرض کیا جا رہا ہے کہ عالم کا وجود نہین تہا کیونکہ اگر بعد وجود عالم یہہ علم فرض کیا جائے تو انفعالی ہوگا۔ جس کے حکما قائل نہین اور اُسپر لفظ عنایت بھی صادق نہین آسکتا اور اس علم کی جو غرض ہے کہ کل عالم احسن نظام پر ہو جائے وہ بھی صادق نہ آئیگی۔ اس علم کا نام تقدیر نہ رکھکر علم رکھنا صرف ایک اصطلاحی بات ہوگی ورنہ تقدیر کے پورے پورے معنی اس پر صادق آتے ہین کیونکہ اس سے مقصود یہہ ہے کہ تمام اشیاء عالم جو ابد تک ہونے والے ہین ممتاز ہو جائین اور ہر ایک مین کیا بات ہونی چاہیئے مثلاً لوازم کیسے ہون اور آثار کس قسم کے معین ہو جائین اور تقدیر سے بھی یہی غرض ہے اس کے بعد علم انفعالی کا درجہ ہوگا خواہ حکما اسکے قائل ہون یا نہون اس لئے کہ ہر ایک چیز جب اس علم کی وجہ سے ممتاز ہوگی اور اسکے لوازم اور واجبات مقرر

ہوگئے تو کیا ممکن ہے کہ حق تعالے کو ان امور کا علم نہوگا ہرگز نہیں اپنی تربیہ کی ہوئی چیزون
کو نہ جاننا شان ایزدی سے بعید ہے۔ فنظر الحق تبارکت وتعالے فی الازل الی نوع
الانسان والی استعداده الذی یتوارثه ابناء النوع ونظر الی قوته الملکیته وتمیزه الذی یصلحه من
العلوم المشروحته حسب استعداده فتمثلت تلک العلوم کلها فی غیب الغیب محدودة ومحصاة۔

رہی یہہ بات کہ علم فعلی زائل نہوگا تو ہم بھی اُسکے قائل ہین مگر اس کے ساتھہ یہہ علم بھی ضرور ہوگا کہ یہہ کل اشیاء ہمارے مقرر کئے ہوے ہین سکو ہم علم انفعالی کہتے ہین جس مین مطابقت معلوم ملحوظ ہے۔

ایجاد و احداث

یہان تک وہ مدارج تھے جو ازلی ہین اب یہان سے ایجاد و احداث شروع ہوتا ہے ازل مین جس چیز کے وجود خارجی کے لئے جو وقت مقرر کیا گیا تہا جب وہ وقت آجاتا ہے تو مشیت اور ارادہ الٰہی اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ نہانخانہ عدم سے اسکو نکال کر جلوہ گاہ شہود مین لائے اسکی تدبیر یہہ ہوتی ہے کہ اس سے خطاب ہوتا ہے کہ موجود ہو جا بمجرد اس خطاب کے وہ موجود ہو جاتی ہے کما قال تعالی انما قولنا لشئی اذا اردناه ان نقول له کن فیکون۔

بات یہہ ہے کہ حق تعالے قادر مطلق ہے چنانچہ بکرات ومرات فرمایا ان اللہ علی کل شئی قدیر جس کام کا جو طریقہ مقرر فرماتا ہے اس طریقہ سے اسکا وقوع ہوتا ہے دیکھئے آدمی کے اعضاء کو حرکت دینے کا یہہ طریقہ مقرر فرمایا کہ رباطات وغیرہ کہنیچے جائین پہر باوجودیکہ کسیکو اپنے ذاتی علم سے یہہ معلوم نہین کہ جسم مین کتنے رباطات وغیرہ ہین اور جس عضو کو ہم حرکت دینا چاہتے ہین انسے انکا کیا تعلق ہے مگر جب کسی ایک اُنگلی کو مثلاً حرکت دینا منظور ہوتا ہے تو ادہر ارادہ ہوا ادہر حرکت ہوگئی حالانکہ عقل کی رو سے یہہ بات سمجھہ مین نہین آتی کہ کسی مقصود کے حاصل کرنے کا سبب عمر بہر شخص نہوا اور اس سے ہمیشہ مقصود حاصل کیا کرین اس قسم کے

[illegible] مین [illegible] عالم کے کام [illegible] اشیا [illegible] یہہ طریقہ مقرر کیا گیا کہ کن
سے [illegible] اور یہی تعلق قدرت ہے [illegible] کن سے قدرت
[illegible] کہ تمام عالم کو ہم نے ایک لمحہ کن سے پیدا کیا اور پیدا کرتے جاتے ہین۔
[illegible] ازل مین جو تخلیق اور تقدیر ہوگئی تھی اوسکے مطابق اعیان ثابتہ کا علم ازلی ہے اور اسی کے
مطابق بحسب ارادہ اوقات معینہ پر وہ وجود مین آتے رہتے ہین جس سے یہہ بات معلوم ہوتی
ہے کہ ایجاد [illegible] گویا معینہ وہی تخلیق ازلی ہے کیونکہ تخلیق لغت مین بمعنی اندازہ کردن ہے
اور آیہ شریفہ فتبارک اللہ احسن الخالقین سے بھی یہی ثابت ہے کیونکہ اگر یہان خلق بمعنی ایجاد
لیا جائے تو [illegible] لازم آئیگا کہ بندے بھی کسی چیز کو حقیقی وجود دیسکتے ہین حالانکہ وہ ممکن نہین اس سے ظاہر ہے
کہ [illegible] اصلی تخلیق تقدیر ہی کے معنی مین ہے۔ نئی روشنی کے لوگ تقدیر الٰہی کے بالکل قائل
نہین اس لئے اسی روشنی کا ایک [illegible] ہم پیش کئے دیتے ہین اگر یہہ حضرات مادہ سے
[illegible] ہین تو امید ہے کہ اونپر بھی یہہ مسئلہ منکشف ہوجائے۔

مقاصد الاسلام کے حصہ دوم مین علامہ فرید وجدی کے رسالہ الحیات سے نقل کیا گیا ہے
کہ استاد جوزفین نے ایک لڑکی پر عمل مسمیریزم کیا جسکی عمر اٹھارہ سال کی تھی اور اوس سے
وہ واقعات دریافت کئے جو اوسکی ذات سے آیندہ وقوع مین آنے والے تھے اوس نے
پہلے وہ واقعات بیان کئے جو پچیس اور تیس اور چالیس اور پینتالیس سال کی عمر مین پیش
آنے والے تھے اور اوسکے بعد موت اور اوسکے بعد کے واقعات بیان کئے اور
ہر واقعہ بیان کرنے کے وقت اوسکے آثار چہرہ سے نمایان ہوتے تھے۔ اور نیز کتب
مسمریزم مین مصرح ہے کہ شخص معمول مرے ہوؤن اور اونکے زمانہ کے واقعات اور آیندہ
موجود ہونے والون کے حالات اسطرح بیان کرتا ہے جیسے کوئی دیکھ رہا ہے۔

اب اونکے تفصیلی حالات پر غور کیجئے جنکی وہ خبر دیتا ہے یہہ تو ظاہر ہے کہ آدمی جب سے رحم مادر مین آتا ہے آناً فاناً اوسکی حالتین بدلتی رہتی ہین کیونکہ جسمانی انقلابات تدریجی ہوتے ہین یہہ نہین ہوتا کہ نطفہ دفعتہً مضغہ اور مضغہ دفعتہً لڑکا اور لڑکا دفعتہً جوان ہوجاے بلکہ ایک حالت سے دوسرے حالت تک ایسے تغیرات ہوتے جاتے ہین کہ اونکو حس ادراک نہین کرسکتی دیکھہ لیجئے لڑکا مثلاً جب غذا کہاتا ہے تو وہ آناً فاناً ہضم ہوکر ایک خاص طور پر بڑہاتی جاتی ہے یہانتک کہ وہ شباب کو پہونچتا ہے یہہ ممکن نہین کہ وہ آنی انقلابات جس سے معلوم ہوسکین البتہ عقل اجمالاً یہہ حکم کرتی ہے کہ جسقدر غذا کہائی گئی اوسمین سے کچہہ تو تحلیل ہوگئی اور کچہہ فضلہ بنکر نکل گئی اور کچہہ بدل ما یتحلل ہوی اور ایک حصہ ایسا بھی ہے جس نے نمو بخشا یہانتک کہ اوس نمو کی غیر محسوس زیادتیان اوسکو ایک حد تک پہونچا دین اس سے ظاہر ہے کہ ہر آن مین وہ ایک ایسی حالت مین ہے کہ نہ آن سابق مین اوس حالت پر تہا اور نہ آن لاحق مین ہونیوالا ہے جسکا مطلب یہہ ہوا کہ ہر آن کا تشخص جدا ہوتا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جسکا تشخص جدا ہو وہ شخص ہی جدا ہوگا اس صورت مین جسکو ہم ایک شخص سمجھتے ہین وہ واقع مین صدہا بلکہ ہزارہا اشخاص بن چکے ہین یہہ جسمانی حالت تھی اب اندرونی حالتون کو بھی دیکھہ لیجئے کہ اون مین کسقدر تغیرات ہوتے ہین خوشی۔ غم۔ رنج۔ راحت۔ بہوک پیاس صحت بیماری حرص حسد وغیرہ مختلف صفات جنکا ظہور مختلف طور پر ہوتا ہے جو حد شمار سے باہر ہین غرضکہ جب شخص معمولی سمریزم گذشتہ اور آیندہ آنے والے اشخاص کی تفصیلی حالتین بتلا سکتا ہے تو یہہ تو ممکن نہین کہ اوسکے فوٹو کہین رکہے ہون جنکو روحانی آنکھون سے دیکھکر خبر دیتا ہو اس صورت مین اگر اعیان ثابتہ جنمین وہ تمام احوال جنکو حق تعالی نے مقدر کیا ہے مندرج و منطبع

ہین) اونپر اوسکی نظر نہو تو ممکن نہین کہ ان معدومات کا علم حاصل ہو سکے اسلئے کہ مادہ کے جو اشکال بدلتے جاتے ہین اور اون سے صورتین پیدا ہوتی ہین وہ اوسیوقت محسوس ہو سکتی ہین جب تک اوسمین وہ اشکال موجود ہون۔ اور جن شکلون کو اوس نے چھوڑ دیا یا آئندہ اون کو قبول کرنے والا ہے کسی طرح محسوس نہین ہو سکتین غرضکہ جب تک محققین کا مذہب نہ لیا جائے اس مسئلہ مین تسکین نہین ہو سکتی محققین کے قول کا ماحصل یہہ ہے کہ حق تعالی نے جن چیزون کو وجود مین لانا چاہا ازل مین اونکے اعیان کی تقدیر فرمایا اور ہر ایک کے کل اطوار وحالات جو اوسمین ابد تک موجود ہونے والے ہین سبکو اونمین مندرج ومندمج کر دیا جسطرح درخت کے کل اوضاع واطوار بیج مین مندرج ہین پھر جب حق تعالی کو منظور ہوتا ہے کہ اوس عین ثابت کا ظہور ہو تو وجود کا پرتو اوس پر ڈالدیتا ہے جس سے وہ شئے ظہور مین آتی ہے اور جبتک منظور ہوتا ہے اوسپر خاص قسم کے وجود کا پرتو باقی رکھتا ہے جس سے اوسکے اطوار وحالات ظہور مین آتے رہتے ہین پھر جب اوس سے وجود کا پرتو علحدہ کر لیا جاتا ہے تو وہ شئے اپنی حالت پر آجاتی ہے مطلب یہہ کہ وہ عین ثابت ازل سے ابد تک عدم مین ہے لیکن اوسکو ثبوت کا درجہ حاصل ہے اور وجود کے زمانہ مین صرف یہی ہوتا ہے کہ وہ مع لوازم ظہور مین آتی ہے اسیوجہ سے جنکو روحانی انکشاف کسی طریقہ سے حاصل ہو جائے اونکی روحانی نظر اوسپر پڑتی ہے جس سے اوسکے خاص خاص حالات جنکو معلوم کرنا چاہتے ہین وہ نظر آجاتے ہین خواہ وہ عین ہنوز موجود نہوی ہو یا پرتو وجود مین ہو۔ اگر پھر اوسپر عدم طاری ہو گیا ہو روحانی نظر پر بشرط صلاحیت ہر وقت اوسپر پڑسکتی ہے اسیوجہ سے اہل کشف گذشتہ اور آیندہ کے واقعات

کی خبرین دیتے ہین اور جنکو کشف نہین ہوتا اوس میلین ثابت ہے کہ آثار کو صرف وقت
تک دیکھہ سکتے ہین کہ اوسپر وجود کا پرتو ہے بطرح چراغ کے پرتو سے تاریکی کی چیزین
اوسوقت تک نظر آتی ہین کہ چراغ کا پرتو اون پر ہے حاصل یہہ کہ جب تک تقدیر
الٰہی کا اعتراف نکیا جائے معمول مسمریزم کا خبر دینا صحیح نہین ہو سکتا اور جب تجربہ سے
اوسکا خبر دینا صحیح مان لیا گیا تو تقدیر الٰہی کا ثبوت عقلی طور پر ہوگیا۔ دیکھیے خدائے تعالیٰ
نے کیسی کھلی دلیل مسئلہ تقدیر کی اونہین لوگون پر منکشف کردیا جو اوسکے قائل نہ تھے
اگر اب بھی قائل نہون تو شومی قسمت اور نارسائی تقدیر کہنا چاہئے۔ ور زی ہر علکہ
انجیر نیست۔

اب یہان یہہ بات بھی معلوم کرنے کے قابل ہے کہ حق تعالیٰ نے ازل مین ہر چیز کا
جو اندازہ فرمایا تہا اوسمین اس چیز کے کل لوازم و آثار مثلاً آگ کی تخلیق مین اسکی حرارت
یبوست جلانا وغیرہ داخل ہین اسیطرح انسان کی تخلیق مین کہانا پینا اور اپنے ارادہ
اور اختیار سے اپنے نفع اور ضرر کا کام کرنا وغیرہ سب امور داخل ہین جیسا کہ نتیجہ کی تقدیر
سے بھی اسکا حال معلوم ہوا جس سے ثابت ہے کہ کوئی انسان مجبور نہین کیونکہ ہر
شخص کی تخلیق مین اسکے کل کام داخل ہین کہ فلان کام اپنے اختیار سے کریگا اور
اس سے اسکو نفع یا ضرر ہوگا مثلاً اپنے اختیار سے جائیگا اور فلان کنوئین مین گریگا
علی ہذا القیاس کل کام جنکا ظہور ہوتا جاتا ہے اسی تقدیر کے مطابق ہوتے ہین مگر
اختیار تقدیری کی وجہ سے آدمی کل نفع و ضرر کو اپنے افعال اختیاری کا نتیجہ سمجھتا ہے
چنانچہ نفع ہو تو اپنے اختیاری فعل پر ناز کرتا ہے اور ضرر ہو تو نادم ہو کر اپنے غلطی
کا قائل ہوتا ہے چنانچہ مولانائے روم رح فرماتے ہین۔

(باوجود تقدیر کے آدمی مجبور نہین)

زاری ما باشد دلیل اضطرار	خجلت ما شد دلیل اختیار
گر نبودے اختیار این غم چیست	وین دریغ و حسرت و آزرم چیست

غرض کہ جس طرح آدمی دنیوی نقصانات مین اپنے اختیار سے کرنے پر نادم ہوتا ہے اُسی طرح ناشایستہ حرکات سے جب قعر دوزخ مین گریگا اس کو اپنی اختیاری غلطی پر نادم ہونا پڑیگا کیونکہ دلائل قدرت و توحید عالم مین قائم کر دیئے گئے اور اون کے ادراک کے لئے فکر دی گئی اور انبیا نے اپنی حقانیت پر دلائل و معجزات دکھلا کر احکام الٰہی پہونچا دیئے اور جنت و دوزخ مین جانے کے اسباب معلوم کرا دیئے جس سے ہر طرح حجت الٰہی قایم ہو گئی اب بغیر ندامت کے اور کیا ہو سکے چنانچہ خدائے تعالےٰ نے اُنکے حال کی خبر دی ہے فاعترفنا بذنوبنا فہل الی خروج من سبیل یعنی دوزخ مین وہ اپنے گناہون کا اقرار کر کے کہینگے کہ اب اُس سے نکلنے کا کوئی طریقہ بھی ہے ؟

رہا یہہ کہ وہ تقدیر کا عذر پیش کرین تو وہ قابل سماعت نہین اس لئے کہ حق تعالیٰ نے جو یہہ فرمایا ہے ولقد ذرأنا لجہنم کثیرا من الجن والانس سو اُسکو وہ مانتے ہی نہ تھے اور جس چیز کو آدمی خود نہین مانتا اُسکو استدلال مین پیش نہین کر سکتا دیکھئے جو شخص سحر کے حق ہونے کا قائل نہو اور اُسپر سحر ہو جائے تو وہ ساحر پر سحر کا دعوے نہین کر سکتا اور اگر کرے تو سمجھا جائیگا کہ وہ اُسکا قائل ہو گیا مگر قیامت کے روز اُن کا قائل ہونا قابل توجہ نہوگا اس لئے کہ اُنسے صاف کہدیا گیا تہا کہ سزا و جزا کے پیشتر اگر تم ان امور پر ایمان لاؤگے تو مفید ہے اور عین وقت جزا مین قائل ہونا کچھ فایدہ نہ دیگا کما قال تعالےٰ فلم یک ینفعہم ایمانہم لما رأوا بأسنا یعنی نہین نفع دیا اونکو ایمان نے جب دیکھہ لیا اونہون نے ہمارا عذاب ۔

تقدیر کا عذر قابل سماعت نہین

اب رہا یہہ کہ دوزخ کے لئے اُنہین کیون پیدا کیا سو بندہ کا یہہ منہ نہین کہ خالق سے کچہ پوچہہ سکے کما قال تعالے لا یسئل عما یفعل وہم یُسئلون۔ اور کیونکر پوچہہ سکتا خود اللہ تعالی نے کسی بندے کو یہہ تو معلوم کرایا ہی نہین کہ اُسکو دوزخ کے لئے پیدا کیا جس سے وہ پوچہہ سکتا تہا کہ میرا کیا قصور بلکہ برخلاف اسکے تمام عالم مین دلائل وحدانیت قائم کردئے اور سعادت وشقاوت کی راہین بتلا دین کما قال تعالے وہدیناہ النجدین اور اختیار بہی دیدیا کہ جس راہ کو چاہو اختیار کرلو کما قال تعالے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظلمین نارا یعنے جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہئے کافر ہوجائے ہم نے ظالمون کے لئے آگ تیار کر رکہی ہے اسکے بعد بہی اگر تقدیر کا عذر پیش کرین جسکو وہ خود اس عالم تکلیف مین مانتے تہے تو کیونکر قابل سماعت ہو بلکہ اگر اس قسم کا عذر پیش کرین تو وہ زیادہ مستحق عذاب ہونگے اسلئے کہ دنیا مین اس قسم کے امور کی تکذیب بلکہ تضحیک کرتے تہے جیسا کہ اس آیہ شریفہ سے ظاہر ہے قولہ تعالے سیقول الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکنا ولا آباؤنا یعنے قریب ہے کہ مشرک یہہ کہینگے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے آباؤ اجداد وقولہ تعالے وقال الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما عبدنا من دونہ من شئی یعنے مشرکون نے کہا اگر اللہ چاہتا تو ہم اسکے سوا اور کسی چیز کی عبادت ہی نہ کرتے اسکا جواب خدائے تعالی نے کچہ ندیا اور یہی فرمایا کذلک کذب الذین من قبلہم یعنے انہی کی طرح پہلے والون نے بہی تکذیب کی تہی اُسکے بعد ارشاد ہوا قولہ تعالے فلو شاء لہدیکم اجمعین یعنے بات یہی ہے کہ بے شک اگر خدا چاہتا تو تم سبکو ہدایت کرتا۔

دیکہئے جو بات خدائے تعالی نے کہی وہی کفار بہی کہتے تہے مگر اُنکا کہنا ایمان کی راہ سے نہ تہا بلکہ بے ایمانی سے استہزاء وتمسخر کے طور پر کہتے تہے اسیوجہ سے خدائے تعالی نے

اُن پر الزام تکذیب قایم فرمایا جیسا کہ کذالک کذب الذین من قبلہم سے ظاہر ہے اور یہہ نہین فرمایا کہ وہ جھوٹ کہتے ہین اب کہئے کہ جس بات پر وہ اشتہار کرتے اور نبی کی تکذیب مین اسکو پیش کرتے تھے تو سزا و جزا کے وقت اسکو استدلال مین کیون کر پیش کر سکینگے اسیوجہ سے خود اُنکی طبیعت فیصلہ کردیگی کہ بے شک ہم گناہ گار ہین کما قال تعالیٰ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر فاعترفوا بذنوبھم یعنے کفار کہینگے کہ اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخیون مین نہ ہوتے غرض کہ اُسوقت اپنے گناہون کا اقرار کرلینگے اب جو مسلمان عبادات الٰہی مین قصور کرتے ہین اور جب اُن سے کہا جاتا ہے تو مسئلہ تقدیر پیش کرتے ہین تو اُن کو اس موقع مین خوف کرنا چاہئے کہ کہین ایسا نہو کہ جو الزام مشرکین پر عاید ہوا وہی ان پر بھی عاید ہوجائے۔ مولانا روم رح اس موقع مین فرماتے ہین۔

گر ز جبر ش الٰہی زاریت کو	بینش زنجیر جباریت کو
بستہ در زنجیر چون شادی کند	کے اسیر حبس آزادی کند
ور تو می بینی کہ پایت بستہ اند	بر تو سرہنگان لیسنہ بنشستہ اند
پس تو سرہنگی مکن با عاجزان	زانکہ نبود طبع وخوئے عاجز آن
چون تو جبر او نمی بینی مگو	ور ہمی بینی نشان دید کو
در ہر آن کارے کہ میل استت بدان	قدرت خود را ہمی بینی عیان
در ہر آن کارے کہ میلت نیست و خواستت	خویش را جبری کنی کین از خدا ست
انبیا در کار دنیا جبریند	کافران در کار عقبی جبریند
انبیا را کار عقبیٰ اختیار	جاہلان را کار دنیا اختیار
زانکہ ہر مرغے بسوی جنس خویش	می پرد او در پس و جان پیش پیش

کافران چون جنس سجین آمدند	سجن دنیا را بخوش آئین آمدند
انبیا چون جنس علیین بدند	سوے علیین بجان و دل شدند

اگر کہا جائے کہ تقریر بالا سے ثابت ہے کہ معدوم بھی شئے ہے حالانکہ اہلسنت وجماعت اسکو شئی نہین کہتے البتہ معتزلہ اسکو شئے کہتے ہین اسیوجہ سے کہ حق تعالے اس آیت شریفہ مین فرماتا ہے انما قولنا لشئی اذا اردناہ ان نقول لہ کن فیکون مگر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے انکے قول کا جواب دیا ہے کہ اسکے شئے ہونے کیلئے اذا اردناہ کی قید لگی ہوئی ہے یعنے وہ اسیوقت شئی ہوگی کہ جب ارادہ الٰہی اس سے متعلق ہو۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ متکلمین کو اس تاویل و توجیہ کی ضرورت ہونے کی وجہ یہہ معلوم ہوتی ہے کہ معتزلہ اکثر حکماء کے پیرو رہتے ہین اور حکماء نے اس آیۂ شریفہ سے قدم عالم پر استدلال کیا ہے چنانچہ امام رازی رح نے ان کا یہہ استدلال بیان کیا ہے کہ ارادہ الٰہی متصل بامر کن ہے اور کن سے مکونات کا وجود متصل ہے اور چونکہ ارادہ الٰہی صفت قدیمہ ہے اس سے ثابت ہے کہ مکونات بھی قدیم ہین انتہے۔

معدوم کو شئی کہنے مین علما کا اختلاف

ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کا یہہ استدلال صحیح نہین اس لئے کہ جب وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہین تو انکو یہہ بھی ماننا پڑیگا کہ ہر چیز کا خالق خدائے تعالیٰ ہے کیونکہ خدائے تعالیٰ نے کسی چیز کی تخصیص تو کی ہی نہین کہ صرف فلان چیز کو ہم نے اپنے ارادہ سے ازل مین کن کہا تھا اور وہ موجود ہوگئی بلکہ عام طور پر ارشاد ہے کہ جس چیز کو ہم پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہین اس کو کن کہدیتے ہین اگر ان کے قول کے مطابق تخلیق عالم ارادہ ازلی کا اثر سمجھا جائے تو خلاف بداہت ہے اس لئے کہ ارادہ تو رہا ازل مین پھر ہر روز بے انتہا چیزین عدم سے وجود مین کیونکر

قدم عالم پر حکماء کا استدلال اور اسکا جواب

آتی ہین اس صورت مین یا تو یہہ کہنا پڑیگا کہ ارادہ ازلی کو ان اشیاء کی تخلیق مین کچہ دخل ہی نہین یا یہہ ماننا پڑیگا کہ اصل ارادہ تو صفت قدیمہ ہے مگر اسکا تعلق حادث ہوتا جاتا ہے جیسا کہ اہل سنت وجماعت کہتے ہین بہر حال فلاسفہ اس آیت سے نفع نہین اوٹہا سکتے۔

معتزلہ چونکہ فلاسفہ کے کاسہ لیس ہین اس مسئلہ مین انہون نے خیال کیا کہ اگر ہم معدوم کو شئی کہدین تو تمام اشیاء معدومہ کا قدم ثابت ہو جائیگا اور گو فلاسفہ جس معنی سے قدم عالم کے قائل ہین وہ نہ سہی مگر کسیطرح اُن کے ہم زبان تو ہو جائینگے کہ عالم قدیم ہے۔

متکلمین نے دیکہا کہ یہہ بنیاد بُری ہے عوام الناس اس دہوکہ مین ضرور آجائینگے کہ فلاسفہ کی بات سچ نہ ہوتی تو مسلمانون کا ایک فرقہ اس کا قائل نہوتا اس لئے انہون نے بطور سد ذرائع معدوم کو شئے کہنے سے انکار ہی کر دیا جس طرح ہیولی کے مقابلہ مین جزءلایتجزی کے قائل ہو گئے کیونکہ اُس مین بہی اقسام کے مفاسد پیدا ہوتے تہے۔

مگر محققین نے دیکہا کہ خدائے تعالی کا خطاب معدومات کے ساتہہ اور انکا جواب نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس ضرورت سے انہون نے شئے کے دو قسم کئے ایک موجود خارجی دوسرے شئے ثبوتی جو خارج مین معدوم اور علم الٰہی مین ثابت ہے اور اعیان ثابتہ معدومہ کے قائل ہو گئے چنانچہ شیخ اکبر رح فتوحات مکیہ کے باب ثامن وخمسون وثلاث مائہ مین لکہتے ہین۔ واعلم ان اللہ تعالی لم یزل ناظرا الی الاعیان الاشیاء الممکنۃ فی حال عدمہا۔ اور متکلمین کی تقریرون سے بہی اعیان ثابتہ کے ماننےکی ضرورت ثابت ہوتی ہے چنانچہ جہان وہ علم وارادہ مین مغایرت بیان کرتے ہین لکہتے ہین لابد تخصیص الشئ بالوقوع دون ضدہ وتخصیص وقوعہ بوقتہ المعین ودون سائر الاوقات من

ثبوت مخصص لیقتضیہ ولیس ذالک المخصص العلم لانہ تبع للوقوع ای العلم بشئی فی وقت تابع لکونہ بحیث یقع فیہ لانہ ظلہ وحکایتہ عنہ فلایکون الوقوع تبعالہ والالزم الدور کذا فی شرح المواقف

دیکھئے علم وقوع معدوم کا جو مخصص نہین ہوسکتا اوسکی وجہ یہی بتلائی گئی کہ علم تابع معلوم ہے اب اگر اوس معلوم سے مراد وہ معلوم ہو جو موجود ہوچکا ہو اور علم سے وہ علم جو اوسکے بعد ہو تو علم قدیم کی نفی ہوجاتی ہے اسلئے کہ اوسوقت تو معلوم کا وجود ہوا ہی نہین اس صورت مین یہی کہنا پڑے گا کہ علم ازلی اوس معلوم کا تابع ہے جو ہنوز عدم مین ہے لیکن اوسکو ثبوت کا درجہ حاصل ہے اور نیز شرح مواقف مین لکھا ہے ان الموجب للعلم ذاتہ تعالے والمقتضی للمعلومیۃ ذوات المعلومات ومفہوماتہا ونسبۃ الذات الی الکل سواء فاذا کان عالما ببعضہا کان عالما بکلہا۔ دیکھئے علم الٰہی کے قدیم ہونے مین شک نہین کیونکہ وہ متقضائے ذات الٰہی ہے اور ظاہر ہے کہ علم بغیر معلوم کے ہو نہین سکتا اور یہہ بھی اظہر ہے کہ علم بغیر معلوم کے ہو نہین سکتا اور یہہ بھی اظہر ہے کہ علم حادث ہے یعنے کل معلومات الٰہی ازل مین معدوم تھے جنکے ساتھہ علم الٰہی متعلق تہا اور انھی معلومات کی ذات کا مقتضا معلومیت تھی تو اب اگر کہین کہ وہ معدومات ممتاز نہ تھے تو اونکا علم ہی کیا ہوا حالانکہ حق تعالیٰ کے علم مین ہر چیز ازل سے لیکر ابد تک ممتاز تھی اور ہے اور رہیگی۔ اب کہئے کہ جو چیزین ممتاز ہون کیا ممکن ہے کہ اونکو ثبوت بھی نہو غرضکہ کل معدومات ممکنہ کے ثبوت نفس الامری مین کلام نہین ہوسکتا۔

شرح مواقف مین لکھا ہے کہ حنفیہ سوائے قدرت کے ایک صفت تکوین بھی حق تعالے مین ثابت کرتے ہین اور یہہ دلیل پیش کرتے ہین کہ قدرت کا اثر صحت ہے جس سے نقص باقی نہے اور وہ مستلزم کون نہین بلکہ مستلزم کون تکوین ہے جو کلمہ کن سے

متعلق ہے۔ پہر لکہا کہ الجواب ان الصحۃ ہی الامکان وانہ للممکن ذاتی فلا یصلح اثر اللقدرۃ
لان ما بالذات لایعلل بالغیر بل ہو اے بامکان الشئ فی نفسہ تعلل المقدوریۃ فیقال مقدور
لانہ ممکن و ذالک غیر مقدور لانہ واجب او ممتنع فاذن اثر القدرۃ ہو الکون اے کون المقدور
وجود ولا صحتہ وامکانہ۔ مقصود یہہ کہ قبل ایجاد اشیاء مین صفت امکان ہوا کرتی ہے
اور وہ صفت اسدرجہ معتبر ہے کہ مقدوریت کی علت بن رہی ہے یعنے اگر یہہ صفت اوس
شئے مین نہو تو خداے تعالی کی قدرت ہی اوس سے متعلق نہو گی اور اسی صفت مین صحت
ممکن بہی داخل ہے۔ دیکہئے جو صفت مقدوریت کی علت بن رہی ہے اوسکا کسقدر اثر ہوا
پہر ایسی صفت جب معدوم مین ثابت ہو تو کیا اوسکے موصوف کو معدوم محض کہہ سکتے ہین
مصحح مقدوریت جب امکان ہے تو مصحح عروض امکان معدوم اوسکا ثبوت نفس الامری
ضرور ہوگا کیونکہ جسکو نفس الامری ثبوت نہو وہ نفی محض ہے جس مین کوئی امتیاز نہین
شرح مواقف کے مقصد رابع مین لکہا ہے کہ جو چیزین ہونے والی ہین خدائے تعالے
اونہی کا ارادہ کرتا ہے اور جنکا وجود نہین ہوتا اونکا ارادہ بہی نہین کرتا اور شق ثانی کے
اثبات مین لکہا ہے۔ (واما انہ غیر مرید لما لایکون فلانہ تعالے علم من الکافر انہ لایومن
فکان الایمان منہ محالا) لامتناع ان ینقلب العلم جہلا (واللہ تعالے عالم باستحالۃ الشئ
لایریدہ) بالضرورۃ (ولانہ لایتصور منہ) اے من العالم باستحالۃ الشئ (صفۃ مرجحۃ
لاحد طرفیہ) لان احدہما مستحیل والاخر واجب فلا وجہ لتہجیح الصفۃ۔ دیکہئے کسقدر وضاحت
سے ثابت ہے کہ علم تابع معلوم ہوا کرتا ہے اسلئے کہ ازل مین خداے تعالی ہر ایک کافر ازلی کو
جانتا تہا کہ اوسکا ایمان لانا محال ہے اسیوجہ سے ارادہ اوسکے ساتہہ متعلق نہین ہو سکتا
اب کہئے کہ جس معدوم کی صفت واجب ہوگیا وہ معدوم محض ہو سکتا ہے اور کیا

اوسکو شئی ثبوتی کہنا بے موقع ہوگا ہرگز نہین۔ دراصل شے اسم ہے اور شیئیۃ مصدر شے اسوجہ سے کہتے ہین کہ مشیت الٰہی اوس سے متعلق ہوتی ہے چنانچہ لسان العرب مین لکہا ہے قالوا کل شیئی بمشیئتہ اللہ بکسر الشین مثل شیعۃ ای بمشیئتہ اور اوسی مین لکہا ہے کہ سیبویہ نے اس بات پر کہ مذکر اصل مونث ہے یہہ استدلال کیا ہے کہ الا تری ان الشئ مذکر وہو یقع علی کل ما اخبر عنہ مقصود یہہ کہ شے کا درجہ مقدم ہے اسلئے کہ جس مین صلاحیت اس امر کی ہو کہ اوسکی خبر دیجائے اوسکو شے کہتے ہین اور وہ مذکر ہے اسکا تقدم اس سے ظاہر ہے کہ مخبر عنہ کے لئے یہہ ضرور نہین کہ اوسکو خارج مین وجود ہو دیکہئے خدائے تعالیٰ نے کتنے چیزون کی خبر دی ہے جنکا وجود ہنوز خارج مین نہین مثلاً قیامت وغیرہ واقعات عیسیٰ علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت چہہ سو برس پیشتر دی کما قال اللہ تعالےٰ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اس سے ظاہر ہے کہ شئے کے اطلاق کیلئے وجود خارجی شرط نہین صرف ثبوت نفس الامری کافی ہے۔

الحاصل محققین معدوم کو شئے قرار دیکر اعیان ثابتہ کے جو قائل ہوگئے اوسکا منشاء یہہ تہا کہ تکوین اور ایجاد کی خبر جو حق تعالیٰ نے دی ہے اوسمین مصرح ہے کہ کن کا خطاب معدومات کو ہوتا ہے اسلئے ضرورت ہوی کہ اوسکا ثبوت نفس الامری ثابت کرین اور مسئلہ تخلیق عالم مین جو عقلی اشکالات پیش ہوتے تہے وہ رفع ہوجائین۔

مولوی شبلی صاحب نے جو بلحاظ ضرورت زمانہ عقاید کی جو ایک کتاب لکہی ہے جسکا نام سی،، الکلام،، ہے ضرور تہا کہ اوس مین کیفیت تخلیق الٰہی بیان کرتے اور ایسے دلائل قایم کرتے کہ ملاحدہ جو منکرین خالقیت ہین اونکے حوصلے پست ہوجاتے

مگر برخلاف اسکے اس کتاب سے تو معلوم ہوتا ہے کہ اونہون نے سرے سے خالقیت ہی کو اڑادی۔ خدا کرے کہ ہم نے جو اونکے کلام سے سمجھا ہے وہ غلط ثابت ہو اور جس طرح اونکی نسبت ہمارا حسن ظن ہے کہ وہ مسلمان ہین عالم ہین اور خدا کو خالق سمجھتے ہین وہی صحیح ہو بہر حال اونہون نے جو اس کتاب مین مبسوط تقریر کی ہے اونکے اکثر فقرات بالفاظہا لکھے جاتے ہین تاکہ ناظرین بھی اونپر غور کرین۔

مولوی صاحب نے پہلے (صفحہ) یہہ عنوان قایم کیا (ملاحدہ یعنے منکرین خدا کے اعتراضات) اور اوس مین یہہ بات بتائی کہ خدا کا انکار کوئی جدید خیال نہین، پھر لکھا کہ ملاحدہ کے اعتراضات نہایت قوی اور پرزور ہین پھر ایک اعتراض نقل کیا کہ ایک واقعہ جو آج پیش آیا اوسکی علت قدیم ہوگی یا حادث اگر قدیم ہو تو لازم آئیگا کہ یہہ واقعہ بھی قدیم ازلی ہے اگر حادث ہو تو اوسکی علتون کا سلسلہ اگر ایک علت پر ختم ہوگا تو وہ کل قدیم ہوگئے اور اگر ختم نہو تو خدا کہان باقی رہا پھر (صفحہ) لکھتے ہین خدا کے ثبوت پر جسقدر دلائل ہین سب مین قدر مشترک یہہ ہے کہ اگر خدا کا وجود نہو تو سلسلہ غیر تنناہی لازم آئیگا لیکن غیر تنناہی کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہین۔ خدا کو جسطرح قدیم اور ازلی مانا جاتا ہے وہ بھی غیر تنناہی کی ایک دوسری صورت ہے اور جسکی کوئی انتہا نہین کیا ایک سلسلہ غیر تنناہی کے تسلیم کرنے سے کچہ کم عجب ہے۔

پھر لکھتے (صفحہ) ہین کہ خدا کے ثبوت مین یہہ مقدمہ بڑی آب وتاب سے پیش کیا جاتا ہے کہ جو چیز پیدا ہوتی ہے اوسکی کوئی علت ہوتی ہے لیکن یہہ غلط ہے کسلئے کہ مادہ کو پیدا ہوتے ہمنے نہین دیکہا اور جنکو دیکہا وہ صورتین ہین اسلئے یہہ دعوی صحیح نہین کہ عالم کی کوئی علت ضرور ہے کیونکہ عالم مادہ کا نام ہے اور مادہ حادث اور مخلوق ہونا ثابت نہین رہا یہہ کہ صورتون کی علت ہو سو وہ بھی نہین اسلئے کہ وہ حادث ہوتی جاتی ہین اور اونکی

علتین حادث ہین۔

اور لکہتے ہین کہ عالم کی ترکیبی صورت سے پہلے اجزائے دیمقراطیسی تھے اور اونکو حرکت لازم ہے اور وہ بہی قدیم ہے اور قوت بہی قدیم ہے اس بناپر اون اجزاکا باہم مل جانا جس سے صورتون کا وجود ہو کوئی استبعاد کی بات نہین۔ قولہ صفحہ ہم دیکہتے ہین کہ کائنات کی خلقت اور اوسکے بقاکے باب مین اہل مذہب کے دو گروہ ہین ایک وہ کہ خدا بغیر اسباب وعلل کے بلا واسطہ پیدا کرتا ہے دوسرا وہ کہ خدا نے اشیا مین خواص وتاثیرات رکہے ہین جو قوانین قدرت ہین اون خاصیتون کو پیدا کرنے کے بعد خدا کو بار بار ہمیشہ دست اندازی کرنیکی ضرورت نہین پڑتی محققین اہل مذہب کا عموماً یہی مذہب ہے اور خود مسلمانون مین اشاعرہ کے سوا باقی تمام فرقون کی یہی رائے ہے۔

قولہ صفحہ جب یہہ مسلم ہوگیا کہ عالم کا سلسلہ چند قوانین قدرت پر قائم ہے تو بحث صرف یہہ رہ جاتی ہے کہ قوانین قدرت خود بخود بنے ہین یا خدا نے بنائے اگر پہلا احتمال فرض کیا جائے تو خدا کی مطلق ضرورت نہین رہتی۔ قولہ صفحہ مادہ کی نسبت ثابت ہوچکا ہے کہ وہ قدیم ہے اور اوسکی حرکت بہی قدیم ہے جس سے مختلف اجسام بنتے ہین تو اس بات کی کوئی ضرورت باقی نہین رہتی کہ قوانین قدرت کیلئے ایک صانع یعنے خدا تسلیم کرلیا جائے قولہ صفحہ فلسفہ قدیمہ مین طے ہوچکا ہے کہ ذاتیات اور لوازم مجعول نہین جیسے ہر جہاڑ کے پتے پہل پہول وغیرہ۔

پہر شاہ ولی اللہ صاحب کے اقوال صورت نوعیہ سے متعلق نقل کرکے لکہا ہے کہ مظاہر قدرت کا بڑا حصہ صور نوعیہ کا نتیجہ ہے یعنے اونکو بالذات خدا نے نہین پیدا کیا ہے اوسکے بعد صفحہ لکہتے ہین کہ اب یہہ بحث باقی رہ گئی کہ صور نوعیہ کا خالق کون ہے حکمائے

قدیم کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ صور نوعیہ قدیم اور ازلی ہین تو اب صرف یہہ بحث
رہ جاتی ہے کہ صور نوعیہ خود بخود پیدا ہو گئین یا خدا نے پیدا کین۔ اہل مذہب اس
بات پر کوئی دلیل نہین قایم کر سکتے کہ صور نوعیہ خدا نے پیدا کین بلکہ یہہ احتمال زیادہ قرین
قیاس ہے کہ خود بخود پیدا ہو گئین۔ غرضکہ اجزاے دیمقراطیسی قدیم ہین اور اونکی حرکت
بھی قدیم ہے حرکت سے امتزاج پیدا ہوا۔ امتزاج نے مختلف صور نوعیہ پیدا کین
باقی تمام مظاہر کائنات اون صور نوعیہ کے نتائج لازمی ہین جیسا کہ خود اہل مذہب کو تسلیم ہے
اسکے بعد مصنف لکھتے ہین کہ یہہ اون ملاحدہ کا حال ہے جو کہتے ہین کہ خدا کے وجود پر
ہمین کوئی دلیل نہین ملتی اور بعضے تو علانیہ کہتے ہین کہ خدا کا وجود ہو ہی نہین سکتا۔
اسکے بعد یہہ عنوان قایم کیا (ملاحدہ کے اعتراضات کا جواب) اسمین مصنف لکھتے ہین۔
ہمکو اس سے انکار نہین کہ عالم اجزاے دیمقراطیسی سے بنا ہے ہمکو یہہ بھی تسلیم ہے کہ
عالم قدیم ہے ہم یہہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ مادہ کے اجزا متحرک ہین اور حرکت مادہ کی
ذاتیات مین سے ہے قوانین قدرت سے اجزا باہم ملتے ہین لیکن کائنات کا عقدہ
ان باتون سے حل نہین ہو سکتا کل قوانین قدرت باہم ملکر کام کرتے ہین اگر اونمین سے
ایک بھی باہمی توافق سے ہٹ جاے تو نظام عالم برہم ہو جاے لاکھون قوانین قدرت
مین جو توافق تناسب اور اتحاد پیدا ہوتا ہے اون قوانین کی ذاتی خاصیت نہین بلکہ ایک
بالاتر قدرت ہے جو تمام قوانین قدرت پر حاکم ہے اور جس نے ان تمام قوانین مین ربط
واتحاد قائم کیا ہے۔ ،،خدا،، ہے اور یہی معنے۔ ولہ اسلم من فی السموات والارض
کے ہین۔ انتھے

یہان کئی امور بحث طلب ہین۔

مولوی صاحب نے ملاحدہ کے اعتراضون کی آڑ مین اپنا عقیدہ

(۱) ملاحدہ کے اعتراضات کا سلسلہ جو قایم کیا گیا کیا سچ مچ وہ ملاحدہ کے اعتراض
ہین یا مولوی صاحب نے اپنا عقیدہ اور تحقیق مذہبی ظاہر کی - اس مین شک نہین
کہ ملاحدہ نے اس قسم کے اعتراض کئے ہین اور کرنا بھی چاہئے کیونکہ اونکو دین سے
کوئی تعلق نہین مگر تعجب مولوی صاحب سے ہے کہ مسلمانون کے مقتدا بلکہ شمس العلما
کہلاکر ملاحدہ کو وہ دلائل سکہاتے ہین جو اونکے حاشیۂ خیال مین بھی نہین - اسی کو
دیکھہ لیجئے کہ شاہ ولی اللہ صاحب کے قول سے یہہ بات ثابت کی کہ عالم کے ایک
بڑے حصہ کو خدا نے نہین پیدا کیا بلکہ وہ خود بخود پیدا ہو گیا کیا مولوی صاحب کسی
ملحد کا قول دکہا سکتے ہین کہ اوس نے شاہ صاحب کے قول سے یہہ استدلال کیا ہو
میری راے مین ملحد کو اسکی ضرورت ہی نہین کہ شاہ صاحب کے قول کا وہ محتاج
ہو البتہ مولوی صاحب کو ضرورت تھی کہ مسلمانون کے مقابلہ مین ایک مستند عالم کا
قول پیش کرکے اونپر حجت قایم کرین چنانچہ ''الکلام'' مین پہلے یہہ دعوی کیا کہ پتہ
شاخین پہل پہول نور رنگ مختلف ہوتا ہے لیکن یہہ چیزین خدا نے بالذات پیدا
نہین کین - آپ ہی پیدا ہو گئین - اور اوسپر شاہ صاحب کا قول حجۃ اللہ البالغہ سے
نقل کیا جسکا ترجمہ یہہ ہے - خدا نے ہر قسم کے درخت کیلئے جداگانہ شکل کے پتے
جداگانہ رنگ کے پہول جداگانہ مزے کے پہل بنائے جنکے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہہ خاص درخت فلان درخت کے افراد مین داخل ہے اور سب خاصیتین صورت
نوعیہ کے تابع ہین اور اوسی مین لپٹی ہوئی ہین پہر آگے چل کر شاہ صاحب لکھتے ہین
اور تم یہہ پوچھہ نہین سکتے کہ خرما کا پہل اس صفت کا کیون ہوتا ہے کیونکہ ایسا سوال
کرنا لغو ہے - اسوجہ سے کہ ماہیت کے جو لوازم ہین اوسکے ساتھہ ہی پیدا ہوتے ہین

اور اون کی نسبت یہہ سوال نہین ہو سکتا کہ کیون ہوے انتھے اس کے بعد مولوی صاحب لکہتے ہین اس امر کی تسلیم کرنے کے بعد کہ مظاہر قدرت کا بڑا حصہ خود اشیا کی صورت نوعیہ کا نتیجہ ہے یعنے اون کو بالذات خدا نے نہین پیدا کیا بلکہ وہ صورت نوعیہ کا لازمی نتیجہ ہے جو خود بخود اون کے ساتہہ پیدا ہو گئے یہہ بحث باقی رہ جاتی ہے کہ صور نوعیہ کا خالق کون ہے۔

دیکہنے والا اس تقریر سے یہی سمجھے گا کہ شاہ صاحب اسی کے قائل تھے کہ خدائے تعالی عالم کے ایک بڑے حصہ کا خالق نہین ہے اور مولوی صاحب نے جو دعوی کیا تہا شاہ صاحب کے قول سے مدلل ہو گیا حالانکہ شاہ صاحب ہرگز اسکے قائل نہین بلکہ وہ صاف لکہتے ہین کہ صور نوعیہ اور اوس کے لوازم پہل پہول وغیرہ سبکو قضائے الہی نے معین کر دیا اور اون سب کو خدائے تعالی موجود کرتا ہے مگر مولوی صاحب نے جتنی عبارت کو مفید مطلب سمجہا نقل کر کے اگلی پچھلی عبارتون کو حذف کر دیا پوری عبارت حجۃ اللہ البالغہ کی یہہ ہے صفحہ ۱۶

اعلم ان اللہ ایات فی خلقہ یہتدی فیہا الی ان اللہ لہ الحجۃ البالغہ فی تکلیفہ لعبادہ بالشرائع فانظر الی الاشجار واوراقہا وازہارہا وثمارہا ومافی کل ذالک من الکیفیات المبصرۃ والمذوقہ وغیرہا فانہ جعل لکل نوع اوراقا بشکل خاص وازہارا بلون خاص وثمارا تختص بطعوم وتبلک الامور یعرف ان ہذا الفرد من نوع کذا وکذا ہذہ کلہا تابعۃ للصورۃ النوعیہ ملتویۃ معہا یحی من حیث جاءت الصورۃ النوعیۃ وقضاء اللہ تعالے بان یکون ہذہ المادہ نخلۃ مثلا متشبک مع قضائہ التفصیلی بان یکون ثمرتہا کذا وخواصہا کذا انتھے۔

دیکہئے اس مین شاہ صاحب نے تصریح کر دی کہ ہرچند جہاڑ پہل پہول صورت نوعیہ کے تابع ہین مگر وہ سب خدائے تعالے کے قضا سے مقرر کئے ہوے ہین کہ فلان جہاڑ مثلا

اس وضع پر ہوا اور اوسکے پتے وغیرہ اس وضع پر ہوں اور جہان سے صور نوعیہ آتی ہین یعنے
بایجاد خالق وہ لوازم بھی وہین سے آتے ہین یعنے لوازم ہونیکی وجہ سے یہہ نہین
ہوسکتا کہ وہ بخود پیدا ہوجائین اور جس قضائے الٰہی نے معین کیا کہ یہہ خاص مادہ
مثلاً کھجور کا جہاڑ بنے اوسی قضا مین یہہ بھی شامل ہے کہ اوسکے پتے ایسے ہون اور پہول
ایسے اور انہین چیزون کی نسبت شاہ صاحب نے تصریح کردی کہ یہہ سب خدا کے پیدا کئے
ہوئے چیزین ہین جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے کہ اعلم ان للہ آیات فی خلقہ
یہتدی الناظر فیہا اگر شاہ صاحب کو منظور ہوتا کہ لوازم مین خدا کی تخلیق کو کوئی دخل
نہین تو ایک ایک معین درخت اور اوسکے لوازم کو قضاء الٰہی مین کیون داخل کرتے
جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے وقضاء اللہ تعالیٰ بان یکون ہذہ المادۃ نخلۃ مثلاً مشتبک
مع قضائہ التفصیلی بان یکون ثمرتہا کذا وخواصہا کذا

مولوی صاحب کو صرف یہان اسیقدر موقعہ ملگیا کہ شاہ صاحب نے یہ ونیز کلہا تابعۃ
للصور النوعیۃ متوسیۃ معہا لکہا ہے بس اسی کو نقل کرکے سیاق وسباق کو نظرانداز کردیا جب
شاہ صاحب کے نزدیک صور نوعیہ کا خالق خدائے تعالیٰ ہے تو اوس مین جتنی چیزین
ہین اور جو کچھ اوسکے توابع ہین سبکا خالق وہی ہوا کیونکہ صورت نوعیہ کا وجود افراد
واشخاص کے ضمن مین ہوتا ہے یہہ ممکن نہین کہ اونسے علحدہ ہوکر موجود ہوسکے
اب غور کیجئے کہ مولوی صاحب کو محمدون کی طرفداری مین کسقدر دقتین اٹھانی
پڑین حجۃ اللہ البالغہ کی عبارت مین تصرف اور تحریف کی ضرورت ہوئی توجیہ الکلام بمالا
یرضی بہ قائلہ کے مرتکب ہوئے غلط بیانی کا الزام اپنے ذمہ لیا اب کہئے کہ ان تمام
کارروائیون سے مولوی صاحب کو نقل اعتراض بلاحدہ مقصود تہا یا اپنی ذاتی عقیدہ

کا اظہار اور مسلمانوں کو یہہ بات باور کرائی کہ مسلمانوں کے نزدیک بھی خدائے تعالی
خالق نہیں ہے۔

(۲) شاہ صاحب کے قول سے لوازم صور نوعیہ کو اپنی دانست مین غیر مخلوق ثابت کرکے لکھتے ہین کہ صفحہ (؟) اسکو تسلیم کرنے کے بعد یہہ بحث باقی رہجاتی ہے کہ صور نوعیہ کا خالق
کون ہے اسقدر حکمائے قدیم کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ صور نوعیہ قدیم اور ازلی
ہین شرح الطوالع مین ہے ارسطو ابونصر فارابی اور ابوعلی سینا کا خیال ہے کہ افلاک
کا مادہ اور اشکال قدیم ہین صرف اونکی حرکت قدیم نہین ہے اور عناصر کا مادہ اور
اون کی صور جسمیہ کے انواع اور صور نوعیہ کی جنس قدیم ہے صور نوعیہ کا قدیم
ہونا جب خود اہل مذہب تسلیم کرتے ہین تو اب صرف یہہ بحث رہجاتی ہے کہ صور
نوعیہ خود بخود پیدا ہوگئین یا خدا نے پیدا کین۔ انتہے

مطلب یہہ کہ ارسطو وغیرہ صور نوعیہ کے قدیم ہونے کے قائل ہین تو یہہ بات مسلم
ہوگئی کہ اہل مذہب اسکے قائل ہین یعنے مسلمانوں پر حجت قایم ہوگئی کہ خدائے تعالے
جب سے موجود ہے صور نوعیہ بھی موجود ہین معلوم نہین ان لوگون کے قائل
ہونے سے مولوی صاحب کا مقصود کیونکر حاصل ہوگیا۔ مسلمان تو صاف
جواب دیدینگے کہ ارسطو اور اوس کے اتباع کو ہمارے دین سے کوئی تعلق نہین خواہ
فارابی ہو یا بوعلی سینا۔ اگر فارابی اور بوعلی سینا سے پوچھا جاتا کہ تم باوجود مسلمان
ہونے کے صور نوعیہ کے قدم کے جو قائل ہو اوس پر کوئی آیت یا حدیث
تمہاری دلیل ہے یا حکما کے اقوال تو وہ بھی کہتے کہ نہ قرآن و حدیث ہماری دلیل ہے
نہ اسلامی حیثیت سے وہ ہمارا عقیدہ ہے بلکہ ہمارا اسلامی عقیدہ وہی ہے

جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے کیونکہ مسلمان وہی ہے جسکا عقیدہ قرآن و حدیث کے موافق ہو بو علی سینا کا اعتقاد ابھی معلوم ہوا کہ وہ تقدیر الہی کے قائل ہین اور انشاءاللہ تعالے آیندہ اس قسم کے اور ابھی اسلامی عقاید اون کے معلوم ہون گے پھر اگر وہ خدا کی خالقیت ہی کے قائل نہین تو تقدیر الٰہی کیسی؟ کسی فن کی مناسبت سے کوئی بات لکھدی جائے تو اوس سے عقیدہ معلوم نہین ہوسکتا ابن رشد نے امام غزالی رح پر اعتراض کیا ہے کہ وہ متکلمین مین متکلم اور صوفیون مین صوفی ہین اسکی وجہ یہی ہے کہ بمناسبت فن اقوال مین اختلاف ہوجاتا ہے مگر ہمارے مولوی صاحب لکھتے تو ہین مسلمانون کے عقاید اور ثابت کرتے ہین ملاحدہ کے عقاید اور پھر بھی تصریح کرتے ہین کہ ہم جو جدید علم کلام لکھتے ہین اوس کا مایہ خمیر وہی قدیم علم کلام ہے صرف تدوین اور ترتیب مین فرق ہے۔

غرضکہ مسلمانون کے مقابلہ مین حکیمون کے قول سے استدلال کرکے لکھتے ہین کہ صور نوعیہ کا قدیم ہونا جو خود اہل مذہب تسلیم کرتے ہین تو اب صرف یہہ بحث باقی رہ گئی کہ صور نوعیہ خود بخود پیدا ہوگئین یا خدا نے پیدا کین انتھے کس صفائی اور جرات سے فرماتے ہین کہ اس کو اہل مذہب نے تسلیم کرلیا اور یہہ مسئلہ طے ہوگیا دو شخص وہ بھی ایسے کہ کوئی اون کو حکیم کہتا ہے اور کوئی اون کی تکفیر کرتا ہے اونکا قول وہ بھی ایسا کہ اونھون نے حکیمانہ طور سے لکھا اور یہہ نہین کہا کہ مسلمانون کا بھی یہی عقیدہ ہے یا ہمارا اسلامی عقیدہ یہی ہے اس مخدوش اور متزلزل بنا پر مولوی صاحب نے فیصلہ کردیا کہ صور نوعیہ کے قدم کو اہل مذہب تسلیم کرتے ہین افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے ذرا بھی سوچا نہین کہ ایسے مشکل مسائل مین

جو صد ہا سال سے معرکۃ الارا رہ چکے ہین اس قسم کے بے اصل تحریرات کئے جائین جنکا
مبنی فاسد ہو تو اسکا کیسا برا اثر پڑیگا کہ کوئی بات قابل اعتبار نہ سمجھی جائیگی۔
اب اہل انصاف غور کرسکتے ہین کہ مولوی صاحب کے مذہبی تحقیقات کو درجہ پایۂ اعتبار
سے ساقط ہین اس سے بڑھکر کیا ہو کہ عبارتون مین بھی تحریف ثابت ہو گئی۔
(۳) مولوی صاحب حکمت قدیمہ کے مسایل کو ہمیشہ بری نظرون سے دیکھتے ہین اور
حکمت جدیدہ پر آپ کا دار و مدار ہے اور حکمت جدیدہ مین صور نوعیہ کا حدوث ثابت
ہے جیسا کہ رسالہ تہذیبیہ صفحہ ۱۰۵ مین اہل حکمت جدیدہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اجزا دیمقراطیسی
نے زمین بنالیا اور وہ اپنے محور پر حرکت کرنے لگے تو ایک مدت کی حرکت کے
بعد اسکا پوست ٹھنڈا ہوا اور اسکے طبقات بنے اور معدنین اور حیوانات اور نباتات
پیدا ہوئے کیونکہ علم طبقات الارض کی تحقیقات سے ان چیزون کا حدوث ثابت
ہے انتہی اس سے ظاہر ہے کہ اجزا دیمقراطیسی مدتون بغیر صور نوعیہ کے حرکت کرتے
رہے اور کل صور نوعیہ حادث ہین مگر مولوی صاحب نے یہان اپنا بھی مسلک چھوڑا اور
حکمت جدیدہ کی بھی پروا نہ کی اور حکمت قدیمہ کا مذہب اختیار کرکے صور نوعیہ کے قدم
کے قائل ہو گئے اور یہہ دلیل قایم کی کہ جب وہ قدیم ہین تو خدا کے مخلوق نہوتے
حالانکہ حکماے قدیم سے چند لوگ گو ان کے قدم کے قائل ہین مگر ان کے مخلوق
ہونے مین انکو بھی کلام نہین بلکہ انکو خدا کے مخلوق کہتے ہین لیجئے عقل
عاشر کو ان کا خالق قرار دیتے ہین۔
اب غور کیجئے کہ حکمت جدیدہ مین صور نوعیہ حادث ہین اور جن حکما کے نزدیک
وہ قدیم ہین وہ بھی ان کے مخلوق ہونے کے قائل ہین تو مولوی صاحب کا استدلال

ان کے غیر مخلوق ہونے پر کیونکر صحیح ہوگا اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کو نہ حکمت جدیدہ سے کام ہے نہ قدیمہ سے مطلب مقصود صرف اسیقدر ہے کہ خدائے تعالی کی خالقیت ثابت نہونے پائے۔

صفحہ
(سم) قولہ اہل مذہب اس پر کوئی دلیل نہیں قایم کرسکتے کہ صور نوعیہ خدا نے پیدا کین بلکہ یہہ احتمال زیادہ قرین قیاس ہے کہ خودبخود پیدا ہوگئین کیونکہ جب وہ قدیم اور ازلی ہین تو اون کو بغیر کسی قوی دلیل کے معلول کہنا بالکل خلاف عقل ہے حاصل یہہ کہ اجزاء دیمقراطیسی قدیم ہین اونکے ساتھہ حرکت بھی قدیم ہے حرکت سے امتزاج پیدا ہوا امتزاج نے مختلف صور نوعیہ پیدا کین باقی تمام مظاہر کائنات ان صور نوعیہ کے نتائج لازمی ہین جیسا کہ خود اہل مذہب کو تسلیم ہے انتہی

مولوی صاحب کی تقریر سے ظاہر ہے کہ اجزاء دیمقراطیسی کے قائلین کے نزدیک صور نوعیہ قدیم ہین حالانکہ ابھی معلوم ہوا کہ اونکے نزدیک ثابت ہی کہ وہ ذرات مدتون حرکت کرتے رہے اور بعد کشاکشی کے ایک ایک کرہ عالم مین حادث ہوتا گیا چنانچہ علامہ حسین آفندی نے الرسالۃ الحمیدیہ مین جو اپنا مناظرہ حکما کے ساتھہ نقل کیا ہے اوس مین یہہ سوال پیش کیا کہ تم لوگ مادہ اور حرکت کو تو قدیم کہتے ہو اور اوس کو علت بھی کہتے ہو اور تنوعات نوعیہ کو حادث کہتے ہو اور حکما نے اوسکا انکار نہین کیا اس سے ظاہر ہے کہ صور نوعیہ کا قدم حکمت جدیدہ سے ثابت نہین مگر مولوی صاحب نے اپنے مسلک کو اس خیال سے چھوڑ دیا کہ اگر اون کو حادث کہدین تو کہین یہ خیال نہ پیدا ہو کہ خدا اون کا خالق ہے اور لکھتے ہین کہ جسطرح اجزائے دیمقراطیسی اور اونکی حرکت قدیم ہے صور نوعیہ عالم بھی قدیم ہین گے یہان مدعی سست گواہ چست کا مضمون صادق آیا

جو لوگ قدم اجزا کے قایل ہین وہ خود نہین کہتے کہ صور بھی قدیم ہین۔ اب اگر اسی غلط بحث کا نام تحقیق مذہب ہے تو حکمت قدیمہ وجدیدہ کو پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی صرف یہی فرما دیتے کہ اہل مذہب کچھہ ہی کہا کرین قرآن وحدیث مین کچھہ ہی ہوا کرے مگر ہم تو خدا کو کبھی نہ مانینگے)۔ تو یہہ جھگڑا نہایت آسانی سے طی ہوجاتا ہے اور دس پانچ ورق سیاہ کرنیکی زحمت بھی نہوتی۔

(۵) ملاحدہ کے جوابات مین جو مولوی صاحب لکھتے ہین کہ ہم کو اس سے انکار نہین کہ عالم اجزاء دیمقراطیسی سے بنا ہے ہمکو یہہ بھی تسلیم ہے کہ عالم قدیم ہے ہم یہہ بھی تسلیم کرتے ہین کہ مادہ کے اجزا متحرک ہین اور حرکت مادہ کی ذاتیات مین سے ہے قوانین قدرت سے اجزا باہم ملتے ہین انتھے

اس مین ہمین کلام ہے اسلئے کہ اگر مولوی صاحب کے اس تسلیم کرنے کا اثر اونہین کی ذات تک محدود رہتا تو مضائقہ نتھا مگر چونکہ اسکا اثر مسلمانون پر پڑتا ہے اس لئے کہ اونہون نے یہہ کتاب مسلمانون کے عقائد مین لکھی ہے اسلئے ہمین اسمین بحث کرنیکی ضرورت ہے الکلام کی ابتدا اونہون نے جس انداز سے کی ہے اوس سے ثابت ہے کہ وہ جدید علم کلام مرتب کرتے ہین اور اوسمین وہ باتین لکھینگے جو قدیم علم کلام کے راز سربستہ ہین چنانچہ ماحصل اوسکی تقریر کا یہہ ہے (صفحہ ۲) کہ جدید علم کلام کا مایہ خمیر وہی علم کلام قدیم ہے ہم اوسکی تدوین اور ترتیب جس حیثیت سے ہونی چاہئے اس لحاظ سے اوسکو جدید بھی کہہ سکتے ہین اس اجمال کی تفصیل یہہ ہے کہ امام غزالی رح نے مختلف کتابون مین تصریح کی ہے کہ اپنی تصنیفات مین جو باتین مذکور ہین وہ اصلی حقائق نہین ہین بلکہ عوام کے عقائد محفوظ رکھنے کیلئے ہین جیسا کہ جواہر القرآن مین

اونہون نے لکھا ہے کہ اس علم مین حقائق ظاہر نہین کئے جاتے امام غزالیؒ کی کتابین
شہادت دیتی ہین کہ وہی عقاید جنکو کتب کلامیہ مین بڑے زور و شور سے ثابت
کرتے ہین دوسری تصنیفات مین اون کی نسبت لکھدیتے ہین کہ ان عقاید کی اصلی
حقیقت کچہہ اور ہے خدا کی ذات و صفات افعال اور قیامت کے متعلق عقاید کو
اونہون نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے لیکن جواہر القرآن مین لکھتے ہین کہ اصلی حقائق
لوگون کے سامنے بیان کئے جائین تو اون کی سمجہہ مین نہ آئین اور اون کو نقصان
پہونچائین اسی پر شاید کسی کو خیال ہوتا کہ یہہ تو عوام کی حالت ہے علما کے سامنے
اظہار حقایق مین کیا تامل ہوسکتا اسلئے جتادیا کہ آج کل جو علما ہین وہ عوام ہی کے ہم پایہ
ہین مخاطب صحیح کے لئے بڑی قید یہہ لگاتے ہین کہ دنیا سے اوس کو کسی قسم کی
غرض نہو اس سے صاف ظاہر ہے کہ حقائق اصلی کے ظاہر کرنے پر عوام برہم ہوتے
ہین اس لئے اس منصب کا وہ مستحق ہے جسکو عوام کی کچہہ پروا نہو اب جدید علم کلام
مرتب کرنے والے کا یہہ کام ہے کہ ان بزرگوارون نے جن خزانون کو سر
بمہر رکہا تہا اون کو وقف عام کردے انتہی

لیجئے مولوی صاحب نے اون خزانون مین سے ایک خزانہ تو کہولدیا کہ خدا ہو بہی تو
برائے نام ہے کسی چیز کو اوس نے نہین پیدا کیا بزرگان دین اسی بات کو عوام الناس
سے ڈر کے چہپاتے تہے جسکو مولوی صاحب نے بخوف وخطر وقف عام کردیا۔
کیا کسی مسلمان کا یہہ عقیدہ ہوسکتا ہے کہ ایسے جلیل القدر بزرگان دین نعوذ باللہ
ملحد تہے اور جن اسرار و حقائق کو وہ چہپاتے تہے وہ بہی الحادی مسائل تہے۔ اس مین
شک نہین کہ بعض مسایل ایسے بہی ہین کہ عوام الناس کی عقلین اون کے سمجہنے سے

بزرگان دین پر الزام الحاد لگانا

قاصر ہین اسیوجہ سے اس قسم کے مسائل کے لئے ایک علم ہی جدا مقرر کیا گیا جسکو علم حقائق
کہتے ہین اس فن کی جو کتابین ہین جیسے فصوص الحکم فتوحات مکیہ وغیرہ جنکے دیکھنے
سے واضح ہے کہ ہر عامی تو کیا اکثر علما بھی اسکو نہین سمجہہ سکتے اسیوجہ سے بعضے علماء
نے شیخ محی الدین عربی رح وغیرہ کی تکفیر کی ہے اور بمصداق الانسان عدو ما جہل کے
اونکے دشمن ہو گئے اور خود وہ حضرات بھی یہی کہتے ہین نحن رجال لایحل النظر فی کتبنا
یعنے ہم لوگون کی کتابین دیکہنا ہر کسی کو جائز نہین۔ چنانچہ امام غزالی رح نے بھی یہی بات
لکھی ہے اصل اصول اس علم کا یہہ ہے کہ جو آیات واحادیث متشابہات سے ہین
اونمین تاویل نکی جائے اور چونکہ متشابہات ہر کسی کے سمجہہ مین نہین آتے اس لئے
متکلمین نے عام فہم کرنے کی غرض سے اون مین تاویلین کین چنانچہ امام غزالی رح
نے بھی جو کتابین علم کلام مین لکہین اونکو متکلمین کی طرز پر لکھا اور یہہ عذر کر دیا
کہ اونکے حقائق ہم یہان نہین لکہہ سکتے اسکا محل دوسرا علم ہے جسکے سمجھنے کے
لئے کئی شروط ہین اور اعلی درجہ کی قابلیت درکار ہے چنانچہ جواہر القرآن مین جو امام رح
نے لکہا ہے الکلام مین اوسکی عبارت نقل کرکے مولوی صاحب اوسکا ترجمہ
لکھتے ہین کہ یہہ چارون علم یعنے علم ذات وصفات وعلم افعال ومعاد اونکے ابتدائی
اور جامع اصول جہانتک مجھکو معلوم ہو سکے ہین مینے بعضے تصانیف مین درج کئے باوجود
اسکے کہ فرصت کم اور آفتین بہت تہین اور دوست ومددگار کمیاب تھے لیکن اون
تصنیفات کو مین نے ظاہر نہین کیا کیونکہ اکثر لوگ اونکو سمجہہ نہین سکتے اور اون سے
اون لوگون کو نقصان پہونچتا ہے اور مدعیان علم اکثر اسی فہم کے ہین ان تصنیفات کو صرف
اون لوگون کے سامنے ظاہر کرنا چاہئے جنکو علم ظاہر مین کمال حاصل ہو چکا ہو اور

صفات مذمومہ کے دور کرنے مین اسقدر کوشش کر چکے ہون کہ اونکا نفس رام ہو گیا اور دنیا کی خواہش بالکل باقی نرہی ہو اور طلب حق کے سوا اونکی اور کچھ غرض نہو ان سب باتون کے ساتھہ ذکی الطبع خوش فہم حدید الذہن اور سلیم الطبع ہون جنکے ہاتھہ مین یہہ تصنیف پڑھ جائے اوسپر حرام ہے کہ کسی شخص کے سامنے اوسکو ظاہر کرے بجز ایسے شخص کے جس مین یہہ تمام صفات جمع ہون ۔ انتہے ۔

امام صاحب رحہ نے جو فن حقائق کے مطالعہ کی اتنی شرطین لگائین اوسکی وجہہ یہ ہے معمولی آدمی نہین جان سکتا اسکے لئے بھی اعلی درجہ کی طبیعت اور علم درکار ہے بو علی سینا جیسا نازک طبع حکیم ہو تو اوسکا ادراک کر سکے دیکھئے اشارات مین انہون نے اسی سے متعلق کئی جزء مین بحث کی ہے اور بدلائل عقلیہ ثابت کیا کہ ان امور کے ادراک کے لئے زہد ریاضت طبع سلیم اور حدت ذہن وغیرہ شروط ہین انشاء اللہ تعالے اوسکا ترجمہ آئندہ کسی موقعہ مین ہدیۂ ناظرین کیا جائیگا ۔

مولوی صاحب نے امام غزالی رحہ کی تقریر سے یہہ مطلب نکالا کہ اس قسم کے مسائل کہ خدا کسی چیز کا خالق نہین اور خلاف عادت کوئی چیز خواہ معجزہ ہو یا کرامت کسی نبی یا ولی کے ہاتھہ پر ظاہر نہین ہوسکتا وغیرہ وغیرہ مسلمانون کے سمجھہ مین نہین آسکتے اسلئے اونکو چھپانے کی ضرورت تھی مگر مولوی صاحب نے اسپر غور نہین کیا کہ امام رحمۃ اللہ نے حقائق سمجھنے کے لئے شرط لگائی ہے کہ علم ظاہری مین کمال ہو ۔ مولوی صاحب جو اون سربمہر مسائل کو بیان کر رہے ہین اونکے لئے تو جاہل محض ہونا شرط ہے جس مین دلیل طلب کرنے کی بھی صلاحیت نہو جیسا کہ مولوی صاحب لکھتے ہین کہ ''مادہ کی نسبت یہہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ قدیم ہے علوم جدیدہ نے یہہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ مادہ

کے ساتھہ حرکت بھی قدیم ہے تک کہئے ایسا کون عالم ہوگا کہ صرف اس قول پر کہ علوم جدیدہ مین مادہ کی قدامت ثابت ہوگئی ہے اپنے خدا کو چھوڑ بیٹھے اور دین کو رخصت کردے اور یہہ بھی نہ پوچھے کہ کس دلیل سے ثابت ہوا ایسی تصدیق کے لئے تو اعلیٰ درجہ کا جہل ہونا چاہئے۔

امام صاحب نے جو شرط لگائی ہے کہ صفات ذمیمہ کے دور کرنے مین اتنی کوشش کرے کہ نفس رام ہوجائے۔ مولوی صاحب کے مسلک پر اسکی کیا ضرورت مولوی صاحب جو حقائق بیان کرتے ہین اوسکے لئے تو یہہ شرط مناسب ہے کہ صفات ذمیمہ کے حاصل کرنے مین کوشش کرے اور یہہ ملکہ پیدا کرے کہ جس کلام کو چاہے کم وزائد کرکے اوس سے ایسی بات بنالے کہ اوسکے قائل کے حاشیۂ خیال مین بھی نہو اور جہانتک ہوسکے حیا سے تعلق کم ہونا چاہئے تاکہ سمجھنے والون کے مقابلہ مین آنکھہ بھی نہ جھپکے۔

اور امام صاحب نے جو یہہ شرط لگائی ہے کہ دنیا کی بالکل خواہش باقی نرہے اوسکی کیا ضرورت مولوی صاحب جو حقائق بیان کررہے ہین وہ تو دنیا حاصل کرنے کے اعلیٰ درجہ کے ذریعہ ہین کیونکہ جب خدا خالق ہی نہین تو پھر اوسکا کسی پر حق ہی کیا۔ جوریوا وغیرہ اسباب ترقی دنیوی اور عیش وعشرت سے منع کرے اور عبادت سے محنت شاقہ کا حکم فرمائے اتنی آسانی کرنے والے مقتدا جب کسی قوم کے ہاتھہ آجائین تو کیا ممکن ہے کہ وہ اونکا احسان نمانے اور کچھہ اونکے پھیٹ پجٹے بانٹین۔

پھر امام صاحب نے جو کتابین حقائق مین لکھی ہین اونکو بھی دیکھہ لیتے کہ کہان

خالقیت وغیرہ کا اونہون نے انکار کیا ہے آخر امام صاحب کے اکثر تصانیف رائج
ہین اگر اون کی یہہ مراد ہوتی تو کسی کتاب مین تو ان آزادیون کی طرف اشارہ ہوتا
فی الواقع مولوی صاحب نے نہایت جدت طبع سے کام لیا کہ جس بات سے اہل اسلام
امام کے تقدس اور خداشناسی پر استدلال کرتے تھے اوسی کو اونہون نے
الحاد کا قرینہ بنادیا۔

ابوریحان کا قول

ابوریحان خوارزمی رح نے آلاثار الباقیہ عن القرون الخالیہ مین لکہا ہے کہ یوذاسف
جو ملک طہمورث کے وقت مین ہندوستان مین آکر نبوت کا دعوی کیا تہا اور
دراصل وہ ستارہ پرست تہا اوس نے ابراہیم علیہ السلام کی نسبت یہہ تہمت لگائی
کہ وہ ستارہ پرست تھے اور یہہ قرینہ قایم کیا کہ اتفاقاً اونکے قلفہ مین برص نمودار
ہوا چونکہ اوس زمانہ مین برص والے کو نجس سمجہکر اوس سے مخالطت نہین کرتے
تھے اسلئے اونہون نے اپنے قلفہ کو قطع کر ڈالا یعنے اپنی ختنہ کی پہر جب کسی بتخانہ
مین حسب عادت گئے تو بڑے بت سے آواز آئی کہ اے ابراہیم تم ایک عیب
کی وجہ سے ہمارے پاس سے چلے گئے تھے اب وہ عیب لیکر آئے ہو چلو ہمارے
پاس سے نکلو پہر یہان کبھی نہ آنا یہہ سنکر اونکو غصہ آیا اور اوس بت کو ٹکڑے
ٹکڑے کر دیا اور مذہب بہی چہوڑ دیا اوسکے بعد اونکو اپنے فعل پر ندامت ہوئی اور
چاہا کہ اپنے بیٹے کو مشتری کے لئے ذبح کرین کیونکہ اوس زمانہ مین دستور تہا
کہ ایسے موقع مین اپنی اولاد کو ذبح کرتے تھے جب مشتری کو اونکی سچی توبہ کی صداقت
معلوم ہوگئی تو ایک دنبہ اونکے فرزند کے عوض مین دیدیا انتہے
مسئلہ ختنہ اور بت شکنی اور ذبح فرزند جو کتب سماویہ سے ثابت ہے سب بجائے خود نکال رکہا گیا

صرف پیرایہ بدلکر ابراہیم علیہ السلام کو اپنے ہم خیال ستارہ پرست قرار دیدیا اسیطرح مولوی صاحب نے بھی امام غزالی وغیرہ کو اپنے ہم خیال بنالیا اور اونپر اپنی فضیلت بھی ثابت کردی کہ وہ لوگ عوام سے ڈر کے الحادیہ عقائد چھپاتے تھے ہم نے اونکی کچھہ پرواہ نکی۔

(۶) مولوی صاحب اکثر لفظ قانون قدرت کا استعمال کرتے ہین جس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا جلانا مثلاً قانون قدرت ہے جس سے دل خوش ہوجاتا ہے کہ مولوی صاحب بھی خدا کی قدرت کے قائل ہین مگر دراصل اُس لفظ سے قانون فطرت اونکی مراد ہوتی ہے جس کے حکماء قائل ہین چنانچہ وہ لکھتے ہین پروفیسر لیتر یا کہتا ہے کہ جن اسباب نے کائنات کو پیدا کیا ہے وہ خود کائنات مین موجود ہین اور اُن سے الگ نہین اور انہین اسباب کو ہم قوانین فطرت سے تعبیر کرتے ہین ایک اور مشہور پروفیسر کہتا ہے کہ قوانین فطرت اور خدا ان دونون مین سے ہم کو صرف ایک کی ضرورت ہے انتھےٰ۔

مولوی صاحب کی تحقیق سے جب یہہ بات ثابت ہوگئی کہ اُن کے نزدیک خدا تعالےٰ نہ مادہ کا خالق ہے نہ صور نوعیہ کا نہ اُن کے لوازم کا تو اب خدا کی قدرت کی ضرورت ہی کیا رہی البتہ ان کو اس تقدیر پر قوانین فطرت کہہ سکتے ہین جن کے قائل حکماء ہین مگر مولوی صاحب نے دیکھا کہ یہہ ایک خوش کن لفظ ہے اس لیے مصلحۃً اُسکا استعمال کرتے ہین۔

(۷) مولوی صاحب کسی مصلحت کے لحاظ سے بڑی ہمت کرکے اس مقام مین مسلمانون کی طرف سے حکمت جدیدہ کے مقابلہ مین کھڑے ہوگئے چنانچہ لکھتے

ہین کہ میٹریلسٹ کہہ سکتا ہے کہ مادہ خود بخود پیدا ہوا مادہ کے ساتھہ حرکت پیدا ہوئی حرکت نے امتزاج پیدا کیا اور پھر رفتہ رفتہ بہت سے قوانین قدرت پیدا ہو گئے لیکن وہ اس بات کی وجہہ نہین بتا سکتا کہ ان سینکڑون ہزارون بلکہ لاکھون قوانین قدرت مین یہہ توافق تناسب اور اتحاد کہان سے آیا۔ توافق اور اتحاد پیدا ہونا خود اون قوانین کی ذاتی خاصیت نہین ہے اور اگر کوئی ایسا دعوے کرے تو محض ایک فرضی احتمال ہوگا جسکی کوئی نظیر نہین پیش کی جا سکتی یہی بالاتر قوت جو تمام قوانین قدرت پر حاکم ہے اور جس نے اون تمام قوانین مین ربط اور اتحاد قایم کیا ہے خدا ہے یہی معنے ہین قرآن مجید کی اس آیت کے " ولہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرہاً " انتہٰے

حاصل یہہ کہ مادہ خود بخود پیدا ہو گیا اوسکی حرکت خود بخود پیدا ہو گئی امتزاج خود بخود پیدا ہو گیا صور نوعیہ خود بخود پیدا ہو گئین اور قوانین فطرت یعنے اونکی خاصیتین خود بخود پیدا ہو گئین اب اللہ صاحب کا یہی بالائی کام رہگیا کہ توافق و تناسب کی نگرانی کرین کفار نے فرشتون کو خدا کی بیٹیان قرار دیکر اپنے لئے بیٹے پسند کئے تھے اوسپر خدائے تعالیٰ نے فرمایا تلک اذاً قسمۃ ضیزیٰ " جسکا ترجمہ لکھا ہے کہ (یہہ بہونڈا باٹا ہے) یہان تو مولوی صاحب نے خدائے تعالیٰ کا حصہ عالم بالا ہی پر رکھدیا اور اس طرح تقسیم کی کہ شعر از فرش خانہ تا لب بام از آن من

وز بام خانہ تا ثریا از آن تو ؎

یہہ بات سمجھہ مین نہین آتی کہ توافق تناسب اور اتحاد کے پیدا کرنے مین خدا کی ضرورت کیون ہوئی بقول پروفیسر مذکور قوانین فطرت سب کام خود چلا لیتے ہین پھر خدا صاحب

کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت اور مولوی صاحب کی یہہ دلیل بھی اسی کی موئد ہے
جو لکھتے ہین کہ اس مین شبہہ نہین کہ عالم کا تمام کام قوانین قدرت یا لا آف نیچر پر قائم
ہے لیکن یہہ قوانین الگ الگ مستقل بالذات اور ایک دوسرے سے بے تعلق نہین
بلکہ یہہ سب ایک دوسرے کے موافق مناسب اور معین ہے اور اون مین باہم اسقدر
تناسب اور ربط ہے کہ ایک چھوٹی سی چیز کے پیدا کرنے مین کل قوانین قدرت
باہم ملکر کام کرتے ہین ایک کمزور سے کمزور گھانس اوسوقت پیدا ہو سکتی ہے
جب خاک ہوا پانی وغیرہ سے لیکر بڑے بڑے اجرام فلکی مثل آفتاب و مہتاب وغیرہ
کے افعال و خواص اوسکے پیدا کرنے مین مشارکت اور توافق کو عمل مین لائین۔ انتھی
اس سے خود ظاہر ہے کہ سب قوانین فطرت ملکر کام چلا لیتے ہین پانی کی فطرت مین
داخل ہے کہ خاک کے اجزاء کے ساتھہ ملکر غذا پہونچائے آفتاب رطوبات کو خشک
کرے چاند رطوبت پیدا کرے علی ہذا القیاس ہر ایک اپنا اپنا کام بحسب فطرت کریگا
اب جو مولوی صاحب پوچھتے ہین کہ اون قوانین قدرت مین اتحاد۔ توافق اور تناسب
کہان سے آیا سو اوسکا جواب میٹریلسٹ آسانی سے دیگا کہ جہان سے مادہ اور اوسکی
حرکت آئی تھی یہہ اتحاد بھی وہین سے آ گیا۔ ایک محل مثلاً گھاس مین جب ہر ایک قوت
اپنا عمل کریگی تو اوسکا روکنے والا کون ہے بالضرور اونکے آثار اوس محل مین موجود
ہو جائینگے اور اوسی کا نام اتحاد وغیرہ ہوگا علیحدہ اتحاد وغیرہ پیدا کرنا فضول ہے۔
اور یہہ جو لکھتے ہین کہ توافق و اتحاد پیدا ہونا اون قوانین کی خاصیت نہین اگر اسکا
مطلب یہہ ہے کہ خدا نے اونکو پیدا کیا تو میٹریلسٹ یہہ پوچھیگا کہ اگر اتحاد وغیرہ پیدا
نکرتا تو کیا اوس سے گھاس مین مثلاً پانی خاک ہوا وغیرہ کی تاثیرات عمل نکرتے۔ اگر

مولوی صاحب اسکے قائل ہوجائین تو مسٹر لسٹ کہیگا کیا خدا صاحب کی کبھی اتنی قدرت ہوی کہ قوانین فطرت کو روک سکین؟ حالانکہ یہہ بات مسلم ہوچکی ہے کہ قوانین فطرت کسی کے روکے نہین رک سکتے۔ ادنیٰ تامل سے یہہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اتحاد توافق وغیرہ اس موقع مین فرضی چیزین ہین اس لئے کہ جب ہر چیز اپنا پورا پورا عمل کرے تو اوس سے ان امور کا امتزاج خودبخود ہوجائیگا مثلاً مٹی جب گھاس کی غذا بن جائے تو یہہ خیال کیا جائیگا کہ اون دونون مین خود اتحاد ہوگیا یہہ نہین کہہ سکتے کہ اون دونون مین پہلے خدا نے اتحاد پیدا کیا اسی طرح پانی نے مٹی کو جب رقیق بنایا تو یہہ کہا جائیگا کہ پانی معین اور موافق ہوا اور یہہ سب قوانین فطرت ہین۔ پھر خدا صاحب کے فعل کو اس مین دخل ہی کیا۔

بارھوان مغالطہ

پھر بڑے آب وتاب سے مولوی صاحب نے ثابت کیا تو یہہ کیا کہ خدا ایک قوت کا نام ہے مسٹر لسٹ کہیگا کہ ایسے خدا تو بہت سارے ہین جیسی قوت برقی مقناطیسی اور کشش وغیرہ جو تمام عالم مین پھیلی ہوی ہین مقصود اصلی اس سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مسٹر لسٹ قہقہہ لگا کر آسانی سے اسکا جواب دیدیگا تو مولوی صاحب مسلمانون سے صاف کہدینگے کہ بھائیو ہم نے تو ایک فرضی خدا ٹھہرایا تھا اور اوسکے لئے ایک کام بھی تجویز کیا تھا مگر کیا کرین کہ مسٹر لسٹ اوسکو بھی نہین مانتا تعجب نہین کہ ایسے جواب کی پہلے سے تمہید کی ہو جو لکھتے ہین،، ان دلائل مین جو متکلمین نے خدا تعالیٰ کے اثبات وجود پر قایم کئے ہین ایک بڑا نقص یہہ ہے کہ اون سے اگر خدا کا وجود ثابت بھی ہوتا ہے تو اوسکا فاعل بااختیار ہونا ثابت نہین ہوتا ان دلائل سے صرف ایک علت العلل کا وجود ثابت ہوتا ہے لیکن علت کے لئے یہہ ضرور نہین

کہ اوس سے معلول بارادہ اور باختیار صادر ہو آفتاب روشنی کی علت ہے لیکن آفتاب کو
نہ علم ہے نہ ارادہ ہے بلکہ روشنی اوس سے خود بخود بلا علم وارادہ صادر ہوتی ہے
انتہے۔

مادیین کا بھی مقصود یہی ہے کہ علت العلل مادہ ہے جسکو نہ علم ہے نہ ارادہ اور
مولوی صاحب بھی خدا کے وجود کے قائل ہوے تو اسی شرط پر کہ نہ اوسکو ارادہ ہو
نہ اختیار بلکہ جسطرح آفتاب سے روشنی بغیر علم وارادہ کے صادر ہوتی ہے اوس خدا سے
جعلی سے بھی معلول صادر ہو جسکا مطلب کہلے لفظون مین یہہ ہوا کہ خدا وہی مادہ ہے
جسکے حکماء قائل ہین۔

مولوی صاحب اس بحث سے پہلے لکھہ چکے ہین کہ تمام دنیا مین ایک غل مچگیا ہے
کہ علوم جدیدہ اور فلسفہ جدیدہ نے مذہب کی بنیاد متزلزل کردی ہے فلسفہ اور
مذہب کے معرکہ مین ہمیشہ اس قسم کی صدائین بلند ہوتی رہتی ہین اور اس لحاظ سے
یہہ کوئی نیا واقعہ نہین لیکن آج یہہ دعوے کیا جاتا ہے کہ فلسفۂ قدیمہ قیاسات اور
ظنیات پر مبنی تہا اسلئے وہ مذہب کا استیصال نکرسکا بخلاف اسکے فلسفہ جدیدہ تمام
تر تجربہ اور مشاہدہ پر مبنی ہے اسلئے مذہب کسی طرح اوسکے مقابلہ مین جانبر نہین ہوسکتا
انتہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مولوی صاحب نے دیکہا کہ آخر مذہب کا
استیصال ہونے ہی والا ہے اوسکی ابتدا کردی جائے تو باعث نیک نامی ہے
اور اس کتاب کو سنگ بنیاد قایم کردیا ہرچند آگے چلکر فلسفہ جدیدہ مین بھی کچہ کلام کیا
مگر وہ بھی ایسا ہی ہے جیسے خدا کے قائل ہوکر اوسکے ذمہ فضول کام لگادے جن سے

سمجھنے والے خود سمجھہ جائین کہ ایسے کامون کے لئے خدا کی کچھ ضرورت نہین۔
اب اہل اسلام سمجھہ سکتے ہین کہ مسلمانون کا مرنا جلنا حق تعالے کی خالقیت اور توحید
پر تہا مولوی صاحب نے بسم اللہ کے ساتھہ ہی اوسکا تو خاتمہ کر ڈالا اب رہے مسایل
نبوت وغیرہ سو اسی پر قیاس کر کے خیال کر سکتے ہین کہ اون کا کیا حشر ہوگا۔ سالے
کہ نکوست از بہارش پیداست۔ چونکہ مولوی صاحب شمس العلما ہین اور یہہ کتاب
یعنے الکلام مسلمانون کے عقائد مین لکھی ہے اوس مین نبوت قیامت جنت دوزخ
کے نام ضرور لینگے کیونکہ مسلمانون کی بول چال مین یہہ الفاظ مستعمل ہین مگر اونکی
حقیقت اوسی قسم کی ہوگی جیسے یوذاسف نے ابراہیم علیہ السلام کی بت شکنی
اور ذبح فرزند اور ختنہ وغیرہ کی حقیقت بیان کر کے حمقا کی نظرون مین اونکو بت پرست
اور ستارہ پرست ثابت کر دیا تہا۔ ہم نے اپنا فرض منصبی ادا کر دیا اس پر بھی اہل اسلام
الکلام کو اسلامی کتاب سمجھین تو مختار ہین وما علینا الا البلاغ۔

(۸۱) مولوی صاحب لکہتے ہین صفحہ ۴۳ کہ خدا کے ثبوت کے جسقدر دلائل ہین سب مین قدر
مشترک یہہ ہے کہ خدا کا وجود نہو تو سلسلہ غیر متناہی کا وجود لازم آئیگا لیکن غیر متناہی کے
محال ہونے پر کوئی دلیل نہین۔ انتہی۔

عدم تناہی کا ابطال

حکما اور متکلمین نے ابطال عدم تناہی پر بہت سے دلائل قایم کئے ہین جنکا ذکر موجب
تطویل ہے بمناسبت مقام ایک دلیل یہان لکھی جاتی ہے۔
لفظ ،، غیر متناہی ،، عموماً زبان خاص و عام پر جاری ہے جسکو موقعہ بے موقعہ لوگ استعمال
کیا کرتے ہین اگر گہری نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو کہ اوسکا مصداق خارج مین پایا جانا
محال ہے بلکہ اوسکا تصور بھی ممکن نہین دیکھئے ہندسی مین مراتب اعداد زیادہ سے
زیادہ وہ سنکہہ مشہور ہین اگر اجمالی نظر سے وہ سنکہہ خیال کئے جائین تو وہ بھی
متناہی ہوے غیر متناہی کے لئے اوس سلسلہ کو بڑہانے کی ضرورت ہوگی پھر اگر

کروڑ دہ سنکھ کہین تو بھی وہ متناہی ہین اوسکے بعد بھی سلسلہ عدد باقی ہے۔ غرضکہ
کروڑہا سال بھی نظر اجمالی سے کروڑہا عدد خیال مین زیادہ کرتے جائین جب بھی وہ
سلسلہ ختم نہوگا اس سے یہہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ غیر متناہی کا واقعی تصور ہو ہی نہین
سکتا۔ اب علل و معلولات کے سلسلہ مین غور کیجیے کہ وہ غیر متناہی ہوسکتا ہے یا نہین پہلے
علت و معلول کے معنے معلوم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ مضمون سمجھنے مین آسانی ہو
علت وہ ہے کہ جسکے وجود کے ساتھہ ہی دوسری شے (یعنے اوسکے معلول) کا وجود ضروری
ہو مثلاً آگ کپڑے کو لگ جانا علت ہے اور کپڑے کا جلنا معلول اس سے آپ
سمجھہ گئے ہونگے کہ آگ کپڑے کے جلنے کی علت نہین کیونکہ آگ مدتون چولہے
مین رہتی ہے اور کپڑا نہین جلتا اسلئے ہم آگ کو علت نہین کہتے بلکہ اوسکا کپڑے کو
لگ جانا علت ہے اور کپڑے کا جلنا معلول اس سے ظاہر ہے کہ معلول موقوف
اور علت موقوف علیہ ہے یعنے جب تک علت کا وجود نہو معلول کا وجود محال ہے
اب مثال کے طور پر ہم ایک سلسلہ فرض کرتے ہین۔ آ۔ ب۔ ج۔ د۔ ہ۔ و۔ اسمین
آ علت ہے اور ب۔ معلول اور وہی ب علت ہے اور ج معلول پھر ج۔ اور د
معلول علی ہذا القیاس۔ ہ۔ و۔ اس سلسلہ مین دو لحاظ ہوسکتے ہین (ایک) آ سے
و تک (دوسرا) و سے آ تک پہلا سلسلہ علتون کا ہے دوسرا معلولون کا چونکہ علت
و معلول مین تضاد ہے کہ جس حیثیت سے کوئی چیز علت ہو اوس حیثیت کے لحاظ سے
معلول نہین ہوسکتی مثلاً جس اعتبار سے معلول ہے اوسی اعتبار سے علت
نہین ہوسکتی۔ اس لئے ان دونون سلسلون مین ہر ایک سلسلہ مستقل سمجھا
جائیگا۔ ہرچند۔ ب۔ ج۔ د۔ ہ۔ مین ایک پر علت بھی صادق آتی ہے اور معلول
بھی مگر جس سلسلہ مین علتین ہین معلولیت کا لحاظ نہین اور نہ جس حیثیت سے
وہ علتین ہین معلول ہوسکتے ہین۔ غرضکہ علتون کا سلسلہ۔ آ سے شروع ہوکر ہ پر

ختم ہوتا ہے کیونکہ و کسی کی علت نہین فرض کیا گیا اور معلولون کا سلسلہ و سے شروع ہو کر ب پر ختم ہو گیا اسلئے کہ معلول اول وہی ہے اور آ کسی کا معلول نہین۔ حاصل یہہ کہ اس مثال مین آ فقط علت ہے معلول نہین اور و صرف معلول ہے علت نہین اب غور کیجئے کہ یہہ سلسلہ اگر مستقبل (یعنے ابد) کی جانب لیا جائے تو غیر متناہی کے معنے یہہ ہونگے کہ جو معلول ہوگا وہ صرف معلول ہی نہوگا بلکہ کسی کی علت بھی ہوگا جس سے سلسلہ متناہی نہوگا کیونکہ علت کے ساتھہ معلول کا وجود ضروری ہے یہہ گفتگو ابد کی جانب تھی اس مین کوئی محال لازم نہین آتا۔ اب ماضی یعنے ازل کے جانب یہہ سلسلہ غیر متناہی فرض کیجئے تو اوسکا مطلب یہہ ہوگا کہ جو علت ہوگی وہ کسی دوسرے کی معلول بھی ہوگی یعنے علت محضہ نہوگی کیونکہ اگر علت محضہ ہو اور معلول نہو تو سلسلہ وہین ختم ہو جائیگا اور غیر متناہی نہ ہوگا یہان ہر علت کا معلول ہونا اسوجہ سے فرض کیا جا رہا ہے کہ اس سلسلہ مین ہم معلول سے علت کی جانب ازل کے طرف جا رہے ہین جسطرح سلسلہ سابقہ مین ابد کی جانب علت سے معلول کی جانب جا رہے تھے غرضکہ عدم تناہی ابد کی جانب لین تو ہر معلول کو علت فرض کرنا لازم ہے اور ازل کی جانب فرض کرین تو ہر علت کا معلول ہونا ضروری ہوگا۔

معلول کا حال ابھی معلوم ہوا کہ اوسکا وجود بغیر اوس کی علت کے وجود کے محال ہوتا ہے تو اب اس ازلی سلسلہ پر عقلی نظر ڈالئے تو یہہ معلوم ہوگا کہ ایک پر یہہ بات صادق آتی ہے کہ اوسکا وجود محال ہے جب تک اوسکی علت کا وجود نہو پھر جب اوس سلسلہ ازلی کے آخر مین کوئی موجود ایسا نہو جو علت محضہ ہے تو معلول کا

پورا سلسلہ محالون کا مجموعہ ہوگا اسلئے کہ جس درجہ مین کوئی معلول فرض کیا جائے اسپر
یہہ صادق آتا ہے کہ وہ بغیر علت کے محال ہے اس نظر عقلی سے صاف ظاہر ہے
کہ بغیر علت محضہ کے جو کسی کی معلول نہو اس ازلی سلسلہ کا وجود ممکن نہین بخلاف
اسکے اس سلسلہ مین انتہائی علت جو علت محضہ ہوگی بالذات موجود ہو تو وہ تمام
سلسلہ واجب بالغیر ہوجائیگا کیونکہ ہر علت علت تامہ فرض کی جارہی ہے جسکے
وجود کے بعد معلول کا وجود ضروری اور واجب ہے۔ اب دیکھیئے کہ آخری علت
یعنے علت محضہ جسکو علت العلل کہتے ہین اگر ثابت نہ کی جائے تو تمام سلسلہ عالم محال
ہوجاتا ہے۔ حالانکہ اوسکا وجود بدیہی ہے اب کہئے کہ اس سے بڑھکر غیر تناہی کے
ابطال پر اور کیا دلیل چاہئے۔

اس تقریر سے مولوی صاحب کے اوس اعتراض کا جواب بھی ہوگیا جو متکلمین کی
دلیل حدوث عالم مین کلام کرکے صفحہ ۳۲ لکھتے ہین "کہ جب زمانہ غیر تناہی ہے تو سلسلہ کا
قدیم ہونا بھی ممکن ہے" کیونکہ سلسلہ غیر تناہی بالذات محال ہے اوسکو زمانہ سے
کوئی تعلق نہین۔

متکلمین نے حدوث عالم پر جو دلیل قائم کی ہے اوسکو مولوی صاحب نقل کرکے
لکھتے ہین "کہ متکلمین نے اور بھی بہت سی دلیلین قائم کی ہین مگر سب کی صحت
اس بات پر موقوف ہے کہ سلسلہ غیر تناہی کا محال ہونا ثابت کیا جاوے" انتہے
الحمدللہ کہ حسب مراد مولوی صاحب ثابت ہوگیا اور متکلمین کی کل دلیلین صحیح
اور مسلم ہوگئین۔ مولوی صاحب صفحہ ۳۴ لکھتے ہین "غیر تناہی کے محال ہونے پر حکما اور
متکلمین نے بہت سے دلائل قائم کئے ہین لیکن وہ تمام اوس صورت مین جاری

ہوتے ہین جب یہہ مانا جائے کہ سلسلہ مرتب موجود ہے لیکن منکرین خدا علل کا
سلسلہ اسطرح مانتے ہین کہ ہر علت فنا ہوکر اوسکے بجائے دوسری آجاتی ہے۔ انتھی
اس دلیل سے یہہ ثابت ہوگا کہ ابدی سلسلہ غیر تنناہی ممکن ہے جیسا کہ مثال
مذکور سے بھی واضح ہے کہ آ علت ب ہے اور ب علت ج تو ج کے وجود
مین آ کو کوئی دخل نہین۔ اسلئے کہ اوسکی علت ب ہے تو ج کے حق مین آ کا
حکم بالکل منفی ہے اور ابد کے جانب غیر تنناہی ہونا ہمارا عین مدعا ہے مگر اس سے
منکرین خدا کچھہ فائدہ نہین اوٹھا سکتے اسلئے کہ ہر علت فنا تو جب ہوگی کہ موجود بھی ہو سکے
اور ابھی معلوم ہوا کہ ازل کی جانب سلسلہ غیر تنناہی فرض کیا جائے تو اوسکا وجود
ہی محال ہے۔

(۹) مولوی صاحب نے مسلمانون کا دل خوش کرنے کے لئے کسی دوسرے مقام
مین ایک دلیل خدا کی خالقیت پر قایم کی ہے (صفحہ ۳۰) کہ عالم کامل مرتب اور منتظم النظام ہے
اور جو چیز ایسی ہوگی وہ خود بخود پیدا نہین ہوگئی ہوگی بلکہ کسی صاحب قدرت اور
صاحب اختیار نے اوسکو پیدا کیا ہوگا انتھی در اصل ایزک نیوٹن صاحب کی
تقریر نے مولوی صاحب کو اس تحریر پر جرأت دلائی (صفحہ ۳۰) چنانچہ اونکا قول نقل کرتے
ہین کہ کائنات کے اجزا مین باوجود ہزارون انقلابات زمان و مکان کے
جو ترتیب اور تناسب ہے وہ ممکن نہین کہ بغیر کسی ایک ذات کے پایا جاسکے جو سبب
اول ہے اور صاحب علم و صاحب اختیار ہے انتھی۔ مولوی صاحب نے
دیکھا کہ جب خود نیوٹن صاحب ایک ذات کے ماننے کی اجازت دے رہے ہین
اور یہہ بھی کہہ رہے ہین کہ وہ صاحب علم و صاحب اختیار ہے تو اب اوسکے
ماننے مین چندان مضائقہ نہین مگر اس سے مسلمان خوش نہین ہوسکتے جب
تک مولوی صاحب یہہ نفرمائین کہ خدائے تعالے نے مادہ اور صورت اور اوسکے

کل لوازم وعوارض کو اپنی قدرت اور اختیار سے پیدا کیا۔ اسلئے کہ قدرت و اختیار اور پیدا کرنے کے معنے مین بہت کچہ گنجایش ہے نیوٹن صاحب ترتیب و تناسب اجزاء عالم کی تعریف کرکے اوسکے لئے خدا کی ضرورت اور اوسکی قدرت و اختیار ثابت کرتے ہین اوس سے مطلب وہی ہے جسکے مولوی صاحب قایل ہین کہ قدرت و اختیار صرف تناسب و اتحاد اور توافق مین ہے کسی چیز کے پیدا کرنے مین اوسکو کوئی دخل نہین۔ البتہ نیوٹن صاحب ایک بات مین مسلمانون کے موافق ہوگئے کہ خدائے تعالی کی اولیت کو مان لیا۔ اور تصریح کی کہ وہ سب سے اول ہے مگر مولوی صاحب پر میٹریلسٹ کی کچہہ ایسی ہیبت طاری ہے کہ اس باب مین نیوٹن صاحب کی بات بہی نہین مانتے۔ چنانچہ صاف لکہتے ہین کہ ہمکو اس سے انکار نہین کہ عالم اجزاء دیمقراطیسی سے بنا ہے ہم یہہ بہی تسلیم کرتے ہین کہ عالم قدیم ہے انتہے۔

عالم اور اجزاء دیمقراطیسی کے قدیم ہونے کا مطلب ظاہر ہے کہ خدا جب سے ہے یہہ اجزا بہی موجود ہین یعنے خدا کا وجود اون سے پہلے نہین۔

الحاصل بعضے حکما نے جو صرف اپنی رائے اور تخمین سے کہدیا کہ اجزائے دیمقراطیسی قدیم ہین اور انہی نے عالم کو پیدا کیا مولوی صاحب کو اوسکا ایسا یقین ہوگیا جیسے کسی سچے مسلمان کو خدائے تعالی کی ذات اور اوسکے کلام کا یقین ہوتا ہے اور دلیل تک نہین پوچہی کہ اونکو کس نے دیکہا ہے اور اونکے قدیم ہونے کی حالت کیونکر معلوم ہوئی حکمت جدیدہ کا تو دعوی ہے کہ جو چیز محسوس نہو اگر خدا بہی ہو تو نہ ماننا چاہئے ایک خدا جسکے وجود اور قدم پر تقریباً ہر ملت و قوم گواہی دے رہی ہے اور خود حکمانے بہی دلائل قائم کئے ہین اوسکے ماننے مین تو یہہ دشواریان ہورہی ہین کیسی ہی دلیل پیش ہو مولوی صاحب کچہ نہ کچہ احتمال اوس مین قائم کردیتے

ہین پھر اتنے قدیم اجزائے دیمقراطیسی جن کا حد و شمار نہین اونکے وجود اور خالق
ہونے پر ایسی کون سی دلیل قایم ہو گئی جس مین چون و چرا کی بھی گنجایش ہونے
کو نہ ملی کاش وہ دلیل بیان فرما دیتے تاکہ مسلمانون کو اوس مین غور و فکر کرنے
کا موقع ملتا - اور اس عبارت سے کہ حکمت جدیدہ مین اجزاء دیمقراطیسی کا قدم ثابت
ہو چکا ہے رسمی مسلمانون پر جو ہیبت طاری ہو گئی ہونے نہ پاتی بہر حال
اجزائے مذکورہ مین غور و تامل کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا اون سے عالم پیدا
ہو سکتا ہے یا نہین ؟

قبل اسکے کہ اوس مین بحث کی جائے یہہ بات معلوم کرنے کے قابل ہے
کہ ان اجزاء کی طرف توجہہ کیونکر ہوی حالانکہ اونکو نہ کسی نے دیکھا نہ دیکھہ سکتا ہے
باوجودیکہ اس زمانہ مین اس قوت کی کلان بینین طیار ہوی ہین کہ پانی کے ایک
ایک قطرہ مین کئی کروڑ ہا جانور دکھائی دیتے ہین مگر حکما نے اقرار کر لیا ہے کہ ہنوز
اوس مین ایسے جانور بھی موجود ہین جنکے دکھانے کی صلاحیت موجودہ کلان بینون
مین نہین - اب غور کیجئے کہ وہ جانور آخر جانور ہی ہین - دل دماغ جگر وغیرہ کل اعضاء
حیوانات کے اون مین موجود ہونگے اور اون اعضاء کی ترکیب اونہین اجزاء
دیمقراطیسی سے ہوگی یہہ بھی نہوگا کہ ہر عضو بسیط ہو یعنے ایک ہی ایک جزء
دیمقراطیسی ہو کیونکہ ہر جزء کی خاصتین اور وضع و ترکیب جدا ہے جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ ہر عضو متعدد اجزاء سے مرکب ہے اب کہئے کہ ان موجودہ کلان
بینون سے جب وہ جانور ہی نظر نہین آتے تو اونکے اعضا کہان - پھر اون
اعضا کی ترکیب جس اجزاء سے ہے اون کو دیکھنے کی کیا صورت - جب ان آلات

اور ویات سے اجزا دیمقراطیسی کا دیکھنا اس زمانہ مین محال ہو تو بیچارہ دیمقراطیس جسکے حاشیہ خیال مین بھی نہ تھا کہ ایک پانی کے قطرہ مین کروڑہا جانورون کا وجود ہی تو پھر اون اجزاء کو کیونکر دیکھہ سکتا تھا جن سے اون جانورون کے اعضاء مرکب ہوے ہین غرضکہ یہہ تو ممکن ہی نہین کہ اون اجزاء کو کسی نے دیکھا ہو پہر کیونکر ذہن اون کے طرف منتقل ہوا ہے؟

بات یہہ ہے کہ آدمی اپنے معلومات مین قیاس سے کام لیتا رہتا ہے چنانچہ بعضے حکما نے جب دیکھا کہ ہمیشہ موجودات وجود مین آتے رہتے ہین تو اس پر قیاس کر کے بلا دلیل کہدیا کہ اسی قسم کا حال گذشتہ زمانون مین رہا جس سے کوئی زمانہ خالی نہین اسوجہ سے عالم قدیم ہے اسیطرح جب دیکھا کہ جو چیز ہم بناتے ہین اوسکے لئے مادہ فراہم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً ہانڈی بنائی جائے تو اوس کے لئے کیچڑ کی ضرورت ہوتی ہے جو اوسکا مادہ ہے بس اسی پر قیاس کر کے کہدیا کہ عالم کے لئے بھی مادہ کی ضرورت ہے مگر ہر قیاس صحیح نہین ہوا کرتا اس لئے کہ ہم دیکھتے ہین کہ ایک جنس ایک نوع ایک صنف کے افراد مین اتنا تفاوت اور اختلاف ہوتا ہے کہ گویا ایک فرد کو دوسرے سے کچھ تعلق ہی نہین۔ ایک شخص کثیر الاولاد ہوتا ہے دوسرا عقیم ایک نہایت تیز نظر ہوتا ہے دوسرا اوزاد نابینا ایک مجموعہ کمالات ہوتا ہے دوسرا سراپا نقص ایام طفولیت کے لوازم و آثار وہ ہوتے ہین جو جوانی اور بڑھاپے مین نہین غصہ کی حالت کے جو کیفیات ہین وہ رضا کی حالت مین نہین ایک ملک مین اقسام کے معدنیات۔ نباتات اور حیوانات ہوتے ہین جو دوسرے ملک مین نہین ہوتے ہر ایک فصل کے لوازم و آثار وہ ہین جو دوسرے

قیاس کا مدار نہین

مین نہین پائے جاتے۔ غرضکہ مکان و زمان اور امزجہ وغیرہ کے اختلاف سے جو جدا
گانہ آثار، حالات اور اشیاء پیدا ہوتے ہین وہ کسی پر پوشیدہ نہین اب اگر پوچھا جائے
کہ ایک شخص اور ایک ملک اور ایک موسم مین جو خاص خاص امور موجود ہوتے ہین
وہ دوسرون مین کیون نہین ہوتے تو اوسکا جواب یہی ہوگا کہ ہر چیز کے لئے شرائط
و موانع ہوا کرتے ہین پہر جب تمامی شرائط اوس کے موجود ہون اور موانع رفع
ہو جائین تو اوسکا ظہور ہوگا ورنہ ممکن نہین تو اب کہئے کہ جو بات آج ہے اوس کو
دیکھکر یہہ کہنا کہ لاکہہ برس پہلے بھی وہی بات تھی کیونکر صحیح ہوگا اور کیونکر ثابت کیا
جائیگا کہ اوسوقت تمام شرائط موجود تھے اور کوئی مانع نہ تہا کیا ممکن ہے کہ اس قیاس
پر کوئی قطعی دلیل قائم ہو سکے۔ ہرگز نہین عقلا نے فیصلہ کر دیا ہے کہ قیاس الغایب
علی الشاہد صحیح نہین اس لئے کہ ممکن ہے کہ غائب مین کچہہ ایسے اسباب و موانع
ہون جنکا وجود واقع نہوا ہو۔ اگر کہا جائے کہ ہم کتب تواریخ سے ثابت کرینگے کہ کارخانہ
عالم اسیطرح چل رہا ہے تو ہم کہینگے کہ ایک کتاب بھی ایسی نہین مل سکتی جس مین لاکہہ
دو لاکہہ برس کا حال معلوم ہو پہر ازل کا حال کیونکر معلوم ہو سکے۔ اب کہئے کہ ازل کے
باتون مین رائے لگانا اور اون کو محسوسات پر قیاس کرنا کیا مفید ہو سکتا ہے اور کیا
اس سے ایسے نتائج نکل سکتے ہین جن پر قطعیت کا حکم لگایا جائے؟ اور بفرض محال کوئی
رائے قایم بھی ہو جائے تو اوس سے ہمارے امور معاش و معاد مین نفع ہی کیا ہوگا
مقاصد الاسلام کے حصہ دوم مین ہم لکھہ آئے ہین کہ مادہ مین حکما کے مختلف اقوال
ہین کوئی کہتا ہے وہ پانی ہے کوئی کہتا ہے آگ ہے کسی کے نزدیک خاک ہے
تو کسی کے نزدیک ہوا کوئی لمون و بروز کا قائل ہو کر خلیط کو مادہ قرار دیتا ہے تو کوئی ہیولی کو

جو ایک جوہر ہے نہ منفصل ہے نہ متصل کسی کا قول ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اجزاء ہین اشراقیین نے دیکھا کہ یہہ سب خرافات اور اٹکل کی باتین ہین جن پر کوئی دلیل نہین مل سکتی ہے اسلئے اونھون نے صاف کہدیا کہ مادہ کوئی چیز نہین جسم طبعی فقط ایک بسیط چیز ہے غرضکہ مادہ کے قائل ہونے سے اصل مقاصد حکمیہ مین کسی چیز کی نہ زیادتی ہوی نہ قائل نہونے سے کچھہ کام رکا پھر اس فضول بحث سے فائدہ ہی کیا۔

بات یہ ہے کہ نفس ناطقہ بیکار نہین رہتا کوئی نہ کوئی شغل اوسکو چاہئے خصوصًا فضول باتون مین اوس کو نہایت دلچسپی ہوتی ہے جسکا نام عمومًا تفریح طبع رکھا جاتا ہے اسیوجہ سے صدہا بلکہ ہزارہا مین معدودے چند باکمال ہوتے ہین جو اپنے وقت عزیز کو مفید کامون مین صرف کرکے کمال حاصل کرتے ہین چونکہ حکیمون کا نفس بھی آخر نفس ہی ہے اس قسم کے مسائل کی بحث اور تفتیش کو اوس نے اپنی دل لگی کا ذریعہ بنالیا جس سے نہ دین کا فائدہ ہوا نہ دنیا کا چنانچہ میزان الجواہر مین شیخ طنطاوی جوہری نے لکھا ہے کہ فنائے عالم سے متعلق ہر فن کے علما کی رائے جدا جدا ہے اہل ہیئت کی رائے ہے کہ دائرہ منطقة البروج دائرہ معدل النہار کے نزدیک ہوتا جاتا ہے اور جو زاویہ تیئس ۲۳ درجہ ۲۷ دقیقہ کا تھا اب کچھ کم ہوگیا اور جب چھوٹا ہوتے ہوتے یہان تک پہونچ جائیگا کہ ایک دائرہ دوسرے دائرہ پر منطبق ہوجائے تو فصول معدوم ہوجائینگے اور نظام عالم فاسد ہوجائیگا۔ اور بعضون نے یہہ رائے قایم کی کہ کوئی ستارہ زمین پر گرے گا جس سے زمین کو سخت زلزلہ ہوگا اور کل رہنے والے اوس سے ہلاک ہوجائینگے۔ اور علمائے طبیعت نے کہا کہ آفتاب کی حرارت روز بروز کم ہوتی جاتی

ہے جب بالکل کم ہوجائیگی تو تمام روئے زمین پر سردی پھیل جائیگی اور سب ٹھنڈی ہوجا ئینگے
غرضکہ جسکو جس بات کا مشغلہ زیادہ رہتا ہے اوسکو اوسی قسم کی باتین سوجھتی رہتی ہین اور اپنی
خیالی باتون کو ایسی وقعت دینا چاہتا ہے کہ سارا عالم اپنا ہم خیال ہوجائے میزان الجواہر
مین یہہ بھی لکھا ہے کہ (لاپلاس) نے ایجاد عالم کی یہہ تدبیر سوچی کہ فضائے غیر متناہی مین
گیاس بھرا ہوا تھا جو ہمیشہ حرکت کرتا تھا اوس کی حرارت اوسکو متفرق کرنے لگی جب دوران
زیادہ ہوا اور حرارت پھیلی تو اجزا باہم ملتے گئے چنانچہ بہت سارے آفتاب اون اجزا
سے بنے اور وہ بھی لگے چکر کہانے جب اونہون نے اپنے اپنے دائرون مین خوب
چکر لگائے تو اون سے چند ٹکڑے جدا ہوے جو سیارے اور توابع اور ذوات الاذناب ہیں
ہین اور یہہ جو ہماری زمین ہے اس ہمارے آفتاب کا ایک ٹکڑا ہے جو اوس سے
علیحدہ ہوکر اوسکے اطراف گہومنے لگا پھر ایک مدت گہومنے کے بعد زمین سے
بھی ایک ٹکڑا جدا ہوا جو چاند بنکر اوس کے اطراف گہومنے لگا۔ اور چونکہ اوسکا جسم چھوٹا تھا
اس لئے وہ پہلے ہی ٹھنڈا ہوگیا۔ اسکے بعد زمین ٹھنڈی اور جامد ہوی۔ اور پانی وغیرہ
اشیاء پیدا ہوے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جسقدر جسم بڑا ہوگا دیر سے متفرق ہوسکا
اور جس قدر چھوٹا ہوگا جلد متفرق ہوگا۔ اسیوجہ سے چاند کے عمارات اب خراب ہوگئے
آفتاب وغیرہ سے ٹکڑے جدا ہوکر اوسکے اطراف جو گہومتے ہین اوسکی دلیل یہہ ہے
کہ کسی برتن مین تیل ڈالئے اور اوس مین ایک باریک سوراخ والی نلی لگاکر اوسکو
چکر دیجئے تو چھوٹے ٹکڑے تیل کے (یعنے قطرے) اوس سے جدا ہونگے اوس کے اطراف
گہومین گے یہہ ابتدائے خلقت عالم کی حقیقت ہے۔ لکھا ہے کہ یہہ (لاپلاس)
کی رائے اسقدر باوقعت ہوگئی ہے کہ کل اہل یورپ اسکے قائل ہوگئے اور یہی اونکا

مذہب لاپلاس

مذہب بنکیا۔ انتہیٰ

ہمارے ساحبین اسلام کے مقابلہ مین جب کھڑے ہوتے ہین تو کمال افتخار سے کہتے ہین کہ دیکھو حکمت جدیدہ جو دعوی کرتی ہے اوس کو مشاہدہ کرا دیتی ہے اور بیچارے بہولے بھالے مسلمان تار وغیرہ کو دیکھکر چپ بھی ہوجاتے ہین مگر انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ اجزاء دمیقراطیسی سے بہت سارے آفتاب بن جانا اور اون کا چکر کہانا اور پہر اون سے ٹکڑے ٹوٹ کر ستارے زمین وغیرہ بننا پہر اون کے ٹکڑے چاند بننا اور اوس کے آس پاس گہومنا اور زمین ایک مدت تک حرکت سریعہ کر کے ٹھنڈی ہونا باوجود اسکے کہ حرکت سے حرارت پیدا ہونا لازم ہے اور زمین جو روشن آفتاب کا ٹکڑا ہے وہ تیرہ و تار ہونا وغیرہ امور کس قسم کے مشاہدات پر مبنی ہین کیا حکمت جدیدہ ان امور کا مشاہدہ کرا سکتی ہے یہہ واقعات کس اطمینان سے بیان کئے جاتے ہین کہ آفتاب ٹوٹا اور زمین کا ٹکڑا گرا اور یہہ ہوا اور وہ ہوا گویا ابھی دیکھکر چلے آرہے ہین اسی پر ہمارے مولوی صاحب فرماتے ہین " کہ حکمت جدیدہ مین یہہ امور ثابت ہوچکے ہین اگر ہم سے کوئی پوچھے کہ اس رائے مین اور اوس رائے مین جو کسی کی ہے دہر مہینے چاند بنایا جاتا ہے اور پرانے چاند کو توڑ کر اوس کے ٹکڑے بکھیر دیئے جاتے ہین اور اوس کی دلیل یہہ ہے کہ بے انتہا ستارے نظر آتے ہین) کیا فرق ہے تو ہم سے اوس کا جواب نہو سکے گا۔ غرض کہ یہہ سب اٹکل کی باتین ہین نہ ان سے کوئی دنیا کا فائدہ ہے نہ دین کا اور نہ کسی مسئلہ کی تحقیق جس سے سننے والے کو سکوت حاصل ہوسکے بات وہی ہے کہ نفس ناطقہ کا خاصہ ہے جب اوسکو موقع ملتا ہے تو کسی نہ کسی کام مین لگا دیتا ہے حکما کے نفس نے دیکھا کہ ہم جو چیز بناتے ہین تو اوس کے لئے کچھ نہ کچھ

مادہ ہوتا ہے اس پر حکم لگایا گیا کہ عالم کا بھی کچھہ مادہ ہوگا اب لگے تلاش کرنے اور یہہ تو ممکن
ہی نہ تھا کہ اوس ازلی چیز کا واقعی علم ہو اس لئے جس کے جی مین جو کچھہ آیا کہدیا اور دلائل
قائم کرنے کے لئے تضیع اوقات کا موقعہ ملگیا اگر کوئی عقلمند نفس کی فضول گوئیون کا
قصہ کوتاہ کرنا چاہئے تو اوس سے یہہ پوچھے کہ اس مسئلہ کی ابتدا مثلاً گہڑے یا ہانڈی
سے ہوئی تھی اور یہہ خیال کیا گیا تھا کہ ہر چیز کا مادہ ضرور ہوگا آخر مادہ بھی ایک چیز ہے
اوس کے لئے بھی مادہ کی ضرورت ہوگی اگر وہ کہے کہ اس کے لئے مادہ کی ضرورت
اس وجہ سے نہین کہ مادہ کے لئے مادہ ہو تو تسلسل لازم آتا ہے تو کہا جائے کہ جب
سلسلہ ختم ہی کرنا ہے تو خالق عالم کے ارادہ پر کیون ختم نہ کیا جائے کہ جس طرح چاہا اوس
نے بنایا کیونکہ وہ قادر مختار ہے ہم دیکھتے ہین کہ آدمی اپنے قدرت کے مطابق کام کرتا
ہے کوئی کیچڑ کی دیوار بناتا ہے کوئی چونا پتھر وغیرہ کی پہر اگر خدائے تعالی نے اپنی قدرت
سے جسطرح چاہا ہے بنائے تو کیا خرابی ہوگی ۔ ممکن ہے کہ پہلے کوئی مادہ پیدا کر دیتا ہو
اور ممکن ہے کہ بغیر مادہ کے بناتا ہو غرض کہ خدائے تعالی کو جو شخص قادر مختار مانتا ہے اوسپر
ان امور کے ماننے مین کوئی دشواری نہین ۔ اور جو لوگ خدا کو نہین مانتے اون کو غیر
قادر اور غیر مختار مادہ کو ماننے سے اقسام کی دشواریان ہوتی ہین مگر اوس کے ثابت کرنے
کی ذہن مین کچھہ نہ کچھہ جواب اونکو بھی سوجھہ جاتا ہے ۔ کیونکہ جب آدمی ہمہ تن کسی چیز
کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اوس کے حاصل کرنے مین پوری کوشش صرف کر دیتا
ہے تو حق تعالی کی طرف سے اوس کو مدد مل جاتی ہے اور محنت اوس کی رائگان نہین
ہوتی چنانچہ ارشاد ہے قولہ تعالی کلا نمد ہولاء وہولاء من عطاء ربک وما کان عطاء ربک
محظورا یعنے ہم ہر ایک کو مدد دیتے ہین اونکو بھی اور اون کو بھی ۔ مگر اس سے یہہ خیال نہ کرنا

چاہئے کہ ہر مدد مفید ہے بلکہ بعضے امدادین صرف ظاہری طور پر خوش کن ہوتی ہین اور باطن
مین انکا برا اثر ہوتا ہے کیونکہ جو بات انبیا کے ذریعہ سے حق تعالی نے بتلا دی ہے
وہی اوس کے مرضی کے مطابق ہے اور جو چیز اوس کے خلاف ہو بطور ابتلاء
اوس مین مدد تو ملتی ہے مگر انجام کار تباہی ہے چنانچہ ارشاد ہے قولہ تعالے نولہ ماتولی
ونصلہ جھنم وساءت مصیرا۔ اسیوجہ سے مسلمانون کو چاہئے کہ دنیوی امور مین ضرورت
سے زیادہ توجہ نکرین اور جسقدر توجہ کرین اوس مین بھی مقصود خدا و رسول کی اطاعت
اور آخرت رہے تاکہ نولہ ماتولی کی وعید کے مستحق نہون غرضکہ جو حکما مادہ کی تحقیق مین
ہمتن متوجہ ہوے۔ اون کو نئے نئے باتین سوجھنے لگین چنانچہ ایک مادہ اثیر قائم کیا جس کا
حال علامہ فرید وجدی نے کنز العلوم واللغہ مین لکھا ہے کہ جب حکمت جدیدہ والون نے
دیکھا کہ آفتاب اور کوکب ہم سے بہت دور ہین باوجود اسکے نور اور حرارت انکی ہم تک
پہونچتی ہے اور ممکن نہین کہ بغیر واسطہ کے وہ ہم تک پہونچ سکین اور ہوا ایک محدود
مقام تک ہے اسلئے ایسے مادہ کی ضرورت ہے کہ وہ روشنی اور حرارت کے حرکات کو
قبول کرکے ہم تک پہونچا دے جسطرح ہوا آواز کو پہونچاتی ہے اس خیال سے انہون
نے اثیر قائم کیا انتھے

الرسالۃ الحمیدیہ مین لکھا ہے کہ اکثر اہل حکمت جدیدہ اسی کے قائل ہین کہ روح حیوانی
کوئی چیز نہین عناصر جو باہم ملتے ہین اور اون کا امتزاج کیمیاویہ ہوتا ہے اونھی کے
افعال سے حیوان کی حیات وابستہ ہے۔ انتھی

تمام دنیا کے حکما نے روح حیوانی ایک علحدہ چیز ثابت کی تھی جسپر سیکڑون دلائل قائم

گئے تھے مگر دہرین نے کہا کہ وہ سب فضول ہین۔ وہ بھی اسی مادہ کے امتزاج کا اثر ہے
کنز العلوم واللغہ مین لکہا ہے کہ ڈاکٹر ہرمن سغا کا قول ہے کہ روح انسانی مادہ کی ایک قوت
ہے جو اعصاب سے پیدا ہوتی ہے ڈیوارہموں کہتا ہے کہ ہر عصب مین موج کہربائی
موجود ہے اسلئے فکر مادہ کی ایک قسم کی حرکت ہے۔ اور بعضے ڈاکٹرون نے لکہا ہے
کہ تفکر فاسفورس کا اثر ہے جو ترکیب دماغ مین موجود ہے اور فضیلت اخلاص شجاعت
کہربائی مادہ کے امواج کے نام ہین جو اعضاء مین ہوتا ہے انتہی یعنے نفس ناطقہ موجود ات
مین ایک اعلیٰ درجہ کی چیز مانی جاتی تہی وہ بھی مادہ ہی کا اثر نکلا اور شدہ شدہ یہانتک نوبت
پہونچی کہ اگر خدا بھی ہے تو وہی مادہ ہے دیکہئے انہماک کا یہہ اثر ہوا کہ ہمہ اوست کہلا کر چہوڑا
ایک نیچیری مشرب جو انگریزی مین کمال اور فلسفہ اور علوم جدیدہ مین مہارت تامہ رکہتے ہین ان
سے مجہسے طبیعیات کے کسی مسئلہ مین گفتگو ہوی بعد رد و قدح کے انہون نے کہا کہ
جب تک آدمی وحدۃ الوجود کا قائل نہو ان مسائل کو پورے طور سے سمجہہ نہین سکتا
یہہ سنکر مجہے سخت حیرت ہوی کہ اس مسئلہ کے قائل تو وہ مرتاض طالبین حق ہین جو
علاوہ پابندی شرع شریف کے دن رات یاد الٰہی مین مشغول رہتے ہین اور ان نیچیری
صاحب کی یہہ حالت کہ نہ نماز روزہ سے کوئی تعلق نہ قرآن و حدیث سے کچہہ غرض پہر
وہ کیونکر اس مسئلہ کے قائل ہوے ایک مدت کے بعد یہہ عقدہ کہلا کہ مادیین کے
راے کے مطابق اونہون نے مادہ عالم کو خدا قرار دیا ہے اور چونکہ تمام عالم مین وہ
موجود ہے اور وہ ایک ہی قسم کا ہے اسلئے مفہوم وحدۃ الوجود اوس پر صادق کرکے
سمجہہ لئے کہ محققین اسی کے قائل ہین پہر اوسکے بعد مولوی شبلی صاحب کے علم الکلام
سے اس میرے خیال کی تصدیق بھی ہوگئی چنانچہ لکہتے ہین صفحہ ۱۶ کہ خدا کی ہستی مطلق کا مسئلہ

وحدة الوجود کی صورت اختیار کر لیا ہے جہان پہونچکر فلسفہ اور تصوف کے ڈانڈے مل جاتے ہین انتہی ۔

اس مقام ہین مجھے سخت حیرانی ہوئی کہ تصوف ہمارے دین مین اعلی درجہ کا علم ہے جس پر اولیاء اللہ کا عمل رہا ہے اگر وہ فلسفہ کا ہم خیال ثابت ہو جاے تو شریعت سے اوس کو کچھ تعلق نہ رہا حالانکہ اولیاء اللہ شریعت کے نہایت پابند رہتے ہین اسی فکر مین تہا کہ وہ مقولہ یاد آگیا کہ کچا صوفی پکا ملحد نیز اگر اس کے ساتھ ہی بعض متصوفین کی وہ تقریرین بھی یاد آگئین کہ ہمہ اوست کہکر یہ ثابت کرتے ہین کہ ہمین نہ نماز کی ضرورت ہے نہ روزہ وغیرہ کی کیونکہ ہم بھی نعوذ باللہ خدا ہین اور پتہ لگیا کہ مولوی صاحب نے جس تصوف کے ڈانڈے فلسفہ سے ملاے ہین وہ انھی کچے صوفیون کا تصوف ہے اس وجہ سے کہ جس طرح مادیین اوامر و نواہی الٰہی سے بے تعلق ہین اسیطرح یہ بھی بے تعلق ہین اور برائے نام مسلمان کہلاتے ہین ایسے لوگون کی شان ہین ہے

مصرع بدنام کنندۂ نکونامے چند

تصوف کا فن اس زمانہ مین کچھ چھپا ہوا نہین ہے ہزارہا کتابین اوسکی موجود ہین اور صدہا چھپکر شائع ہو چکین اون ہین دیکھین تو معلوم ہو کہ خداے تعالی کی نسبت صوفیہ کے کیسے اعتقاد ہین اوس کو قایم تمام عالم کا خالق سمیع بصیر مرید و متکلم سمجھتے ہین اور ہر وقت اون کو اسی کا خیال لگا رہتا ہے جب کوئی کام کرتے ہین تو اون کے پیش نظر ہے کہ خداے تعالی حاضر و ناظر ہے ایسا نہو کہ یہ کام خلاف مرضی الٰہی ہو جب کوئی کام کرتے ہین تو خداے تعالی کے سننے کا یقین اونھین ناجائز اور فضول باتون سے روک دیتا ہے جب کوئی خیال آتا ہے تو اون کا وہ اعتقاد کہ خداے تعالی علیم اور دل کے باتون کو جانتا ہے برے خیالون سے باز رکھتا ہے

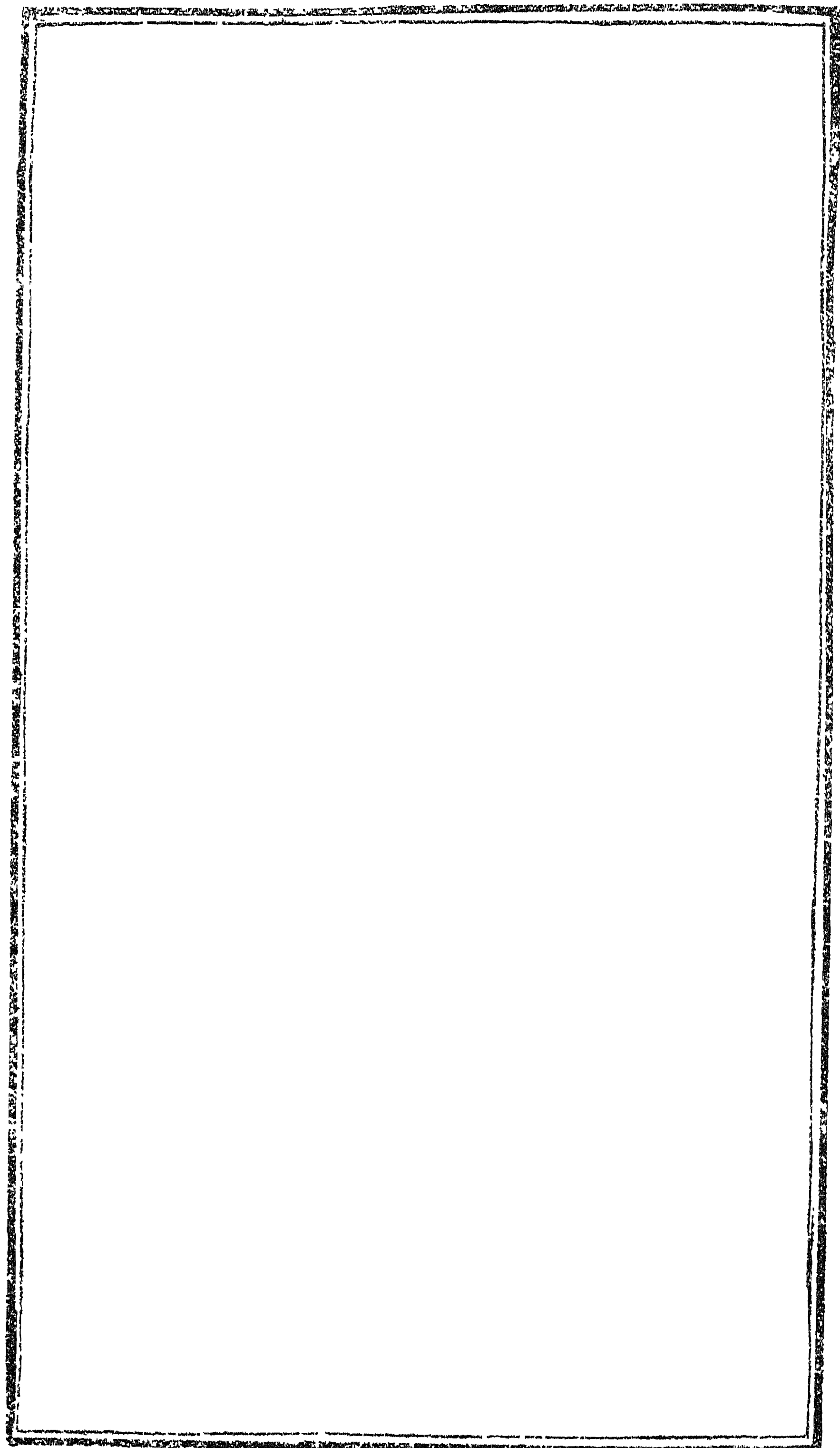
خدائے تعالی کی قہاریت اور جزا و سزا کا خیال اون کے دلون پر ایسا مستولی اور غالب
رہتا ہے کہ ممکن نہین کہ کوئی فرض یا سنت اون سے ترک ہو سکے یا کوئی ناشایستہ
حرکت وقوع مین آئے۔ خدائے تعالی کے رحم و لطف کا خیال اون کو ایسا متوالا بنا رکھتا
ہے کہ اکثر از خود رفتہ رہتے ہین غرضکہ اونکی ہر حالت نرالی ہوتی ہے اور دنیا سے بالکل
بے تعلق رہتے ہین اس لئے ظاہری علما سمجھتے ہین کہ اونہون نے رہبانیت اختیار
کی ہے جو شریعت مین مذموم ہے حالانکہ اون کو اسکا خیال بھی نہین بلکہ اونکا ایمان
ہر صفت الہی پر اسقدر قوی اور مستحکم ہوتا ہے کہ بغیر اختیار اور تصنع کے اون کے
دلون پر ایسی حالتین طاری ہوتی ہین جن سے اون افعال کا صادر ہونا لازمی ہے
غرضکہ تصوف کچھ اور ہی چیز ہے جسکو قرآن و حدیث اور شریعت کا لب لباب کہنا چاہئے
اسکو نہ فلسفہ قدیمہ سے کوئی تعلق ہے نہ فلسفہ جدیدہ سے کوئی مناسبت انشاء اللہ
تعالے آئندہ خاص طور پر اس فن کا رسالہ کسیقدر شرح و بسط سے لکھا جائیگا وما
توفیقی الا باللہ فقط

فہرست مقاصد السلام حصہ سوم

صحت نامہ اغلاط مقاصد الاسلام حصہ سوم

بتسلسل صفحہ	سطر	غلط	صحیح	بتسلسل صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۵	دوسرے	دوسری	۲۷	۲	کارربار	کاروبار
″	۱۹	جیکو	جسکو	″	۴	بتیین	بنین
۴	۱	جمن	جس	″	۶	تہیین	نہیں
۹	۱۹	یاالله	باالله	۳	۷	روجانی	روحانی
۱۵	۳	موتعہ	موقع	۳	۱۰	جبس	حبس
″	″	تدبیر	تدبر	۳۸	۴	لپس	لبس
″	۵	چاہئے	چاہے	۳۹	۱۹	ہوگی	ہوگئی
″	۱۸	سو	تو	۴۰	۱۰	شہو	شہود
۱۶	۲	کردودو خت	کردو دوخت	″	۱۲	اذرازدناہ	اذا ازدناہ
″	۱۰	السجدوالادم	اسجدوالآدم	″	۱۸	یات	بات
″	۱۳	آدمؑ کی	آدمؑ سے	۴۱	۱۰	لمیپ	لیمپ
″	۱۵	بیتے	بیٹھے	۴۲	۷	جس	حس
۲۳	۳	لالہ سجری	لالہ بخرے	۴۳	۳	جبتک	جب
۲۴	″	سو	توہم	″	۱۸	نظرپر	نظر
۲۶	۱۱	لائین	لائے	۴۴	۷	روری امر عسکم	روزمرہ علے

نشان صفحہ	سطر	غلط	صحیح	نشان صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵	۱	زاری	زاریت	۵۷	۱۶	تحلہ	تخلہ
۳۵	۱	خجلت	تحملت	۵۹	۳	وہ بجود	وہ ہو وبجود
۳۶	۷	جی چاہئے	جی چاہیے	〃	۶	ان اللہ	ان للہ
〃	〃	〃	〃	۶۰	۳	اورابھی	اوربھی
〃	۱۳	من ونہ	من دونہ	〃	۸	کہ شتے	کہ کشتے
〃	۱۴	ہدایت کرتا	ہدایت کرتا	〃	۹	مایہ وقہیر	مایہ خمیر
۳۷	۱۲	درتو	ورتو	۶۳	۲	سبعش	بحش
۴۰	۵	بشتی	کشتی	۶۵	۱۵	ہوسکے	ہوسکے
〃	〃	ارناہ	اوناہ	۷۰	۱۰	پید	پیدا
۵۰	۱۰			〃	۱۷	تانثریا	تاثیر یا
〃	۱۱	علم حادث ہے	عالم حادث ہے	۷۱	۱۴	محل	محل ہیں
۵۱	۱۳	لا الومن	لا یومن	۷۲	۱۵	ایسے	اسہی
〃	۱۵	بالضرورتہ	بالضرورة	۷۵	۸	حلنے	چلنے
۵۳	۹	علت قدیم ہوگئی	علت قدیم ہوگی	〃	۱۷	ہلے	ہے
۵۶	۱۳	اب بھی پیدا	آپ ہی پیدا	۷۸	۴	ثو	تو
۵۷	۱۲	ان اللہ	ان للہ				
〃	۱۴	مختصہ	مختصة				



حالات مدرسہ نظامیہ

ہر شخص کا مشاہدہ عقل اور تجربہ بلاشک و ریب اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اوسکو اس دنیاے فانی مین سدا رہنا نہین اپنے بڑون ہمجولیون اور چہوٹون کا اپنی آنکہون کے سامنے دیکہتے بہالتے ہوے کوچ کر جانا اور یہان کے راحت و رنج اور مال و اسباب کو یہین چہوڑ جانا و اپنے جسم کا روزانہ تغیر کیا نصیحت و لے کیلئے جائے عبرت نہین ؟ کیا سمند عقل پر تازیانہ کا کام نہین دیکہتا ؟ اور کیا اسکے بعد بہی عالم کے تغیر و انقلاب مین کچہ شک و شبہ ہو سکتا ہے ؟ ہرگز ہرگز نہین تو اب دیکہنا یہ ہے کہ اس تہوڑے سے چند روزہ قیام کے بعد جو دوامی سفر درپیش ہونیوالا ہے اوسکے لئے زاد راحلہ اور ضروریات سفر کیا ہو سکتے ہین ؟ کیونکہ انسانی فطرت کا مقتضا بتلا رہا ہے کہ اگر کسی شخص کو چہوٹا سا دو دو چار منزلون کا بہی سفر درپیش ہوتا ہے تو وہ اوسکے لئے بہی بطور پیش بندی نہایت اہتمام و انتظام سے آمادہ و مستعد رہتا ہے تو پہر اس دوامی سفر نہین بلکہ اصل حضر کے لئے جو بہی آمادگی ظاہر کی جائے بالکل تہوڑی ہے ۔

غور و فکر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ جو چیز اوس جہان مین کار آمد اور مفید ہے وہ صرف ایمان اور اعمال صالحہ ہین جیسا کہ ارشاد ہے ان الذین آمنوا و عملوا الصالحات انا لانضیع اجر من احسن عملاً یعنے بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہون نے نیک عمل بہی کئے آخرت مین انکے لئے بڑے مزے ہین کیونکہ جو شخص نیک عمل کرے ہم اوس کے اجر کو ضائع ہونے نہین دیا کرتے اعمال صالحہ مین اس کام سے بڑہکر اور کونسا کام ہو سکتا کہ اپنی بنی نوع کو دہکتی آگ مین گرنے سے بچایا جائے حضرت انبیاء علیہم السلام دنیا مین اسی لئے بہیجے گئے تہے اور یہ در اصل اونہین کا کام تہا

ہونا چاہیئے جو لوگون کو نیک کامون کی طرف بلائے اچھے کام کرنیکو کہے اور برے کامونسے منع کرے
اور آخر تمہین ایسے ہی لوگ مراد کو پہونچینگے مدتون سے مسلمانون نے عموماً جسطرح اسلامی اور جواہر بےبہا
کھو بیٹھے اسی طرح اس گرانقدر گوہر کو بھی تلف کرنے پر مستعد ہو گئے تھے مگر خداوند عالم جل جلالہ نے
ابھی عالم کو اپنے نیک اور برگزیدہ بندون سے بالکل خالی نہین کیا چنانچہ اوسکی ایک نظیر حضرت سمائی
آنگاہ معارف دستگاہ عارف باللہ عالیجناب حاجی حافظ مولانا مولوی محمد انوار اللہ صاحب قبلہ
ہین جنہون نے ایسے آڑے وقت مین اسلام اور مسلمانون کے بیڑے کی حفاظت کا دم لیکر قوم
کی حمایت کیلئے سنہ ۱۲۹۲ میں ایک مدرسہ بتوجہات **اعلیحضرت بندگانعالی متعالی**
مدظلہ العالی و باعانت اہل خیر خاص ریاست ابد مدت حیدرآباد دکن صانہا اللہ عن
الشرور والفتن مین قایم کیا جسکا نام **مدرسہ نظامیہ** ہے چنانچہ بحمد اللہ ہر سال اس
مدرسہ سے متعدد طلبہ فارغ التحصیل ہو کر با سند نصاب ضروری حاصل کرکے اپنے اپنے
وطنون کو فائز المرام روانہ ہوتے جاتے ہین حسب معمول سابق اس سال بھی جلسہ دستار
بندی منعقد ہوا تھا جس مین مشاہیر بلدہ اور عمائدین شہر رونق افروز تھے جس مین ذیلی
طلبہ کو دستار فضیلت اور معتبر علماء کرام کی دستخطون سے سندین مرحمت ہوئین مولوی سید
شاہ عبد الحی صاحب حیدرآبادی ۔ مولوی عبد القادر صاحب حیدرآبادی ۔ مولوی مخدوم
حسینی صاحب بلگامی ۔ مولوی نور احمد صاحب بنگالی ۔ ملا محمد منعم صاحب بخاری ۔ اضعف العباد
ابو تراب سید محمود رافع حیدرآبادی مہتمم رسالہ مقاصد الاسلام ۔ انکے علاوہ بعض طلبہ کو نصاب
ضروری کی سندین بھی مرحمت ہوئین ۔ چونکہ بفضلہ تعالی اس مدرسہ کے طلبہ و محصلین اس درجہ
تک پہونچ گئے ہین کہ قوم کو اپنی عذاب البیانی شیرین کلامی اور علمی مضامین سے محظوظ و بہرہ
ور کر سکین اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ ہر مہینے کے دوسرے پنجشنبہ مین شام کے آٹھ بجے سے
ایک جلسہ قایم ہو جسمین مدرسہ کے واعظین و مقررین خاص خاص دینی مسائل
پر تقریر کرین چنانچہ آٹھ دس ماہ سے یہ ماہانہ جلسہ بلا ناغہ منعقد ہوتا رہتا ہے جس مین

بلدہ کے اکثر وہ حضرات جنکو دینی مسائل اور معاملات سے دلچسپی ہے اس جلسہ کی شرکت سے حصہ لیکر فوائد علمیہ سے محظوظ ہوتے اور جلسہ کو رونق بخشتے ہین۔ طلبہ باوجودیکہ دینیات پڑھ لیتے ہین مگر مہارت نہونیکی وجہ سے فتوی نویسی انپر مشکل ہوتی ہے اس لئے اس سال مدرسہ مین دارالافتاء قایم کیا گیا ہے جس مین متعدد طلبہ کتب فقہ سے استخراج روایات کرکے استفتاؤن کے جوابات لکھتے ہین اور فاضل اساتذہ بعد تصحیح کے اون کو مستفتیون کے پاس روانہ کرتے ہین انشاء اللہ تعالی ہر سال اونکا مجموعہ چھپکر قوم کی خدمت مین پیش ہوا کرے گا۔
چونکہ طلبہ کو وعظ و تقریر وغیرہ کی مشق کرائی جاتی ہے تجربہ سے ثابت ہے اس کے لئے صرف درسی کتب کا مطالعہ کافی نہین ہوسکتا اس لئے ایک کتب خانہ (علاوہ اوس کتب خانہ کے جس سے طلبہ کو درسی کتب دی جاتے ہین) قایم کیا گیا ہے جسمین علاوہ ہر علم و فن کی کتابون کے متعدد عربی و اردو اخبار و رسالہ جات ہر وقت منگائی جاتے ہین جس سے طلبہ کو غیر وقت مدرسہ مین حاضر ہوکر اپنے معلومات کی توسیع کا موقع دستیاب ہوتا ہے اس کتب خانہ کا نام کتب خانہ امداد المعارف ہے۔ حالت موجودہ مین (۲۲) مدرس مدرسہ نظامیہ مین طلبہ کو اپنی فیوض و برکات سے مستفید کر رہے ہین اسوقت مدرسہ مین کتب ذیل زیر تدریس ہین تفسیر بیضاوی شریف۔ تفسیر جلالین شریف۔ بخاری شریف مسلم شریف۔ ابوداؤد شریف۔ ترمذی شریف۔ ابن ماجہ شریف۔ نسائی شریف۔ مشکوۃ شریف۔ موطا شریف۔ ہدایہ اخیرین شرح وقایہ اولین کنز الدقایق۔ قدوری۔ سراجی۔ شرح نخبۃ الفکر تلویح توضیح۔ نور الانوار۔ اصول شاشی رشیدیہ۔ میرزاہد امور عامہ۔ شرح عقاید نسفی مع خیالی۔ شرح ملا جامی۔ کافیہ۔ ہدایۃ النحو شرح مائۃ عامل نحو میر۔ شافیہ۔ فصول اکبری۔ صرف میر پنج گنج۔ منشعب۔ میزان۔ مطول مختصر معانی محیط الدائرہ دیوان متنبی۔ دیوان حماسہ۔ مقامات حریری سبعہ معلقہ۔ قصیدہ بردہ۔ دیوان ابی العتاہیہ۔ کورس درایت الادب ہر دو حصہ۔ تدریب الطلاب۔ تاریخ الخلفاء قاضی مبارک۔ حمد اللہ۔ میر زاہد غلام یحیی میرزاہد ملا جلال۔ ملا حسن تصورات قطبی مع میر تصدیقات قطبی شرح تہذیب۔ میزان منطق کبری کا

درج نہیں کی گئی۔ اگرچہ اس مدرسہ میں سو طلبہ کی خوراک وغیرہ دیگر حوائج کی تکمیل کی گنجایش نہیں ہے مگر حضرت مولانا صاحب ممدوح سرپرست مجلس مدرسہ کی سعی سے عطیات وغیرہ کی اتنی رقم جمع ہوتی ہے کہ اکثر سو سے زیادہ بھی وظیفہ خوار ونکی تعداد ہر وقت رہا کرتی ہے چنانچہ اسوقت مدرسہ میں (۱۹۰) طلبہ بود و باش رکھتے ہیں جنکی اکل و شرب وغیرہ جمیع ضروریات کا مدرسہ ہی متکفل ہے نقشہ آمد و خرچ منسلکہ سے ظاہر ہوگا کہ اس مدرسہ کی مستقل سالانہ آمدنی (ـــــ) روپیہ ہے اور خرچ (ـــــ) ہے جو غیر معمولی عطیات پر چلتا ہے ایک مدت سے مولوی محمد عبد الرحیم صاحب مختار عام پایگاہ اپنی عالی ہمتی اور فیاضی سے ماہانہ اخراجات کا تکملہ فرمایا کرتے تھے جزاہم اللہ فی الدارین خیرا۔ اب بعض اسباب سے صاحب موصوف نے اوس سے عذر ظاہر فرمایا ہے اس لئے اہل خیر سے جو اس دینی کام کو ضروری سمجھتے ہیں توقع ہے کہ اس کار خیر کی صدقات۔ زکوۃ۔ عطیات اور چرم قربانی وغیرہ سے اعانت فرما کر مستحق اجر جزیل ہونگے۔ قال اللہ تعالی وتعاونوا علی البر والتقوی۔

میزان آمدنی سال تمام بابتہ ۱۳۱۹ فصلی

سلک سال گذشتہ	تنخواہ سرکاری	چندہ و عطیہ	صدقہ و زکوٰۃ	چرم	خوراکی یتامی	خوراکی طلباء	مبادلہ	متفرق	جملہ
[illegible] ۱۱ر ۹ ۸ر	[illegible]	[illegible] ۱۳ر ۱ ۸ر	[illegible] ۱۱ر ۱۰ ۸ر	[illegible]	[illegible] ۳ر	[illegible] ۱۰ر	[illegible] ۳ر	[illegible] ۱۵ر ۷ ۸ر	

میزان مصارف سالتمام ۱۳۱۹ فصلی

خوراکی طلبہ	تقسیم تنخواہ	خریدی لباس	خریدی کتب	ادائی مبادلہ	تعمیرات	روشنی	متفرق	جملہ
[illegible]	[illegible] ۵ر	[illegible] ۷ر ۶ ۸ر	[illegible] ۱۵ر ۹ ۸ر	[illegible] ۱۰ر	[illegible] ۳ر ۱۱ ۸ر	[illegible] ۳ر ۱۱ ۸ر	[illegible] ۷ر ۵ ۸ر	[illegible] ۲ر ۵ ۳ر

الداعی الی الخیر

مہتمم رسالہ مقاصد الاسلام

اعلان

اہل اسلام کو بشارت دیجاتی ہے کہ حضرت مولانا مولوی حافظ حاجی محمد انوار اللہ صاحب فضیلت جنگ کی تصانیف جنکی بحسب اقتضاے زمانہ نہایت سخت ضرورت ہے ہمارے یہان موجود ہین شایقین طلب فرما سکتے ہین

انوار احمدی اسمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور درود شریف کے فوائد اور صحابہ کرام وغیرہم کے آداب اور چند ضروری مسائل کے تحقیقات ہین جنکی عموماً اہل اسلام کو ضرورت ہے جو اپنی خوبی اور پسندیدگی کے باعث ہاتھوں ہاتھ تقسیم ہو چکی تھی اب پھر شایقین کی تقاضے پر مکرر طبع ہوئی ہے۔ قیمت ۱۲/

کتاب العقل اسمین عقل کی حقیقت کھولدیگئی ہے کہ دینی ابواب مین کہانتک چل سکتی ہے اور حکمت قدیمہ فلسفہ جدیدہ کا اثر جن مسائل پر پڑتا تہا اونکے جوابات عقل سے دیے گئے ہین قیمت چکنا کاغذ کھرا کاغذ ۱۲

افادۃ الافہام ہر دو حصہ یہہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ازالۃ الاوہام کا جواب ہے نہایت ہی محققانہ اور مہذبانہ جواب دیے گئے ہین جنکی ضمن مین کئی ضروری دینی مسائل کی تحقیقات اور نیز بہت سی تاریخی حالات مندرج ہین اس کتاب کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کے مفاسد سے بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے قیمت ہر دو حصہ چکنا کاغذ عہ کھرا کاغذ عہ

مقاصد الاسلام ہر دو حصہ جنمین مباحث اخلاق تمدن فقہ کلام اور تصوف وغیرہ ہین قیمت ۱۰/

حقیقۃ الفقہ ہر دو حصہ جنمین محدثین اور فقہا کی مراتب بعضی اونکے کارنامہ اور حدیث فقہ اور اجتہاد کی ضرورت نہایت مدلل طور پر ثابت کیگئی ہے خصوصاً امام صاحب کی جانفشانیان اور فضائل جو اکابر محدثین کے اقوال سے ثابت ہین نہایت شرح وبسط لکہی گئی ہین قیمت عہ

ضمیمہ رسالہ مقاصد الاسلام ختم رسالہ مذکور کی وہ تقریر جو علوم عربیہ کی ضرورت پر جلسہ دستار بندی مین ہوئی تہی بعض حضرات کے اصرار پر چہاپ دیگئی ہے قیمت ۱/

المعلن

مہتمم مقاصد الاسلام